حقیقت کی سیر

یعنی منظوم ترجمہ مع رباعیات

حضرت

سلطان ابوسعید ابوالخیر

رحمۃ اللہ علیہ

از جناب

مولوی مقصود احمد صاحب مجددی رامپوری

منشی سید قربان علی بسمل ایڈیٹر اردوئے معلےٰ

نے اپنے

[illegible] برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شایع کیے

بار اول قیمت بلا جلد عہ

قیمت مجلد پارچہ عہ

التماس طابع وناشر

سب سے پہلے مین نے حضرت سرمد شہید رح کی رباعیون کا منظوم ترجمہ شائع کیا جو بفضلہ تعالیٰ پبلک مین مقبول ہوا پھر سنہ ۱۹۲۴ء مین حضرت حکیم عمر خیام نیشاپوری کی رباعیان معہ ترجمہ منظوم طبع کین اس کتاب کو بھی ملک نے بیحد پسند کیا۔ آج حضرت سلطان ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی رباعیون کا ترجمہ بھی نظم ہی مین شائع کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوالخیر کی رباعیون کا ترجمہ جناب مولوی مقصود احمد صاحب مجددی رامپوری نے کیا ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے منسلک ہین۔ مجھے اس ترجمہ کی تعریف و توصیف مین کچھ لکھنے کی ضرورت نہین ہے دیکھنے والے خود دیکھ لین گے۔

عاصی۔ قربان علی بسمل

ایڈیٹر اردوئے معلی دہلی

۱۳۔ ذیقعد سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۳ اپریل سنہ ۱۳۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ سرہ العزیز

آپ کا اسم شریف ابو سعید فضل اللہ بن ابو الخیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت دشت خاوران کے قصبہ منہہ میں ہوئی۔ شیخ تقریباً ۳۵۶ھ یا ۳۵۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ نے آنکھ کھولی تو جلیل القدر اولیاء اللہ کو دیکھا۔ پرورش پائی تو ذی مرتبت علماء و عرفاء کی گودوں میں۔ سچ ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ۔ حق تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو اپنے واسطے منتخب فرمالیتا ہے اور اپنا محبوب بنالیتا ہے اور یہہ چاہتا ہے کہ اُس کے واسطے سے بندگان خدا ہدایت پائیں اور رُشد حاصل کریں تو ایسا شخص پیدائشی ہی ولی ہوا کرتا ہے اور حق تعالیٰ علم ظاہر و باطن۔ شریعت اور طریقت کے مخفی خزانے اُسکے سینے میں ودیعت فرمادیتا ہے۔ ایسا شخص اپنے ساتھ سب کچھ لئے ہوئے دنیا میں آتا ہے۔ مگر وہ خود نہیں جانتا کہ میرے پاس کیا ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ اس لئے اُن علوم و معرفت کے جاننے کے واسطے بظاہر تھوڑے سے سبب کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادھر سبب کو اختیار کیا اور اُدھر خود بخود وہ جوہر کھلتے گئے جو اس چلتے پھرتے مٹی

رکے پُتلے میں پوشیدہ رکھے گئے تھے۔ اللہ اللہ انسان کی ہستی بھی عجیب ہستی ہے بے ہمہ اور با ہمہ کا مصداق یہی ہے معقولی کہتے ہیں اجتماع ضدین محال ہے۔ مگر اس ہستی کی صورت کا نظام ترکیب کیا باعتبار ظاہر اور کیا بلحاظ باطن نقیض ور نقیض اور ضد در ضد ہے آخر کیوں نہو یہہ اشرف المخلوقات ہے۔ یہہ خلیفۃ اللہ ہے۔ پھر اس سے کون بازی لے جاسکتا ہے۔ بہرحال آمدم برسر مطلب۔ ان ہی انسانوں میں کے ایک انسان حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ لباس تو خاکی تھا۔ مگر مرتبہ عرشی اور معارفِ لامکانی سے حق تعالیٰ نے سرفرازی بخشی تھی۔

ان کا زمانہ بھی وہ زمانہ تھا کہ حضرت جنیدؒ اور جناب شبلیؒ کی آنکھیں دیکھنے والے موجود تھے۔ علاوہ بریں اُس وقت کوئی ملک اور شہر اسلامی ایسا نہ تھا جہاں علمار کی مجلسیں علم ظاہری سے گرم اور صوفیوں کے صومعے علم باطن سے منوّر نہوں۔ چنانچہ جب حضرت پیدا ہوئے تو ہر طرف سے اولیار اللہ نے اس مادرزاد ولی کی پیدایش کی حضرت ابوالخیر رح کو مبارکبادیں دیں اور بہت ہی خوشی کا اظہار کیا۔ غرض یہہ ہے کہ حضرت ابوسعید رح پرورش پاتے رہے اور تحصیل علم ظاہر و باطن کا سلسلہ دن بدن بڑھتا رہا۔ سب سے پہلے آپ علمار غزنی کے درس میں شریک ہوئے اور رفتہ رفتہ حدیث و فقہ میں بڑا مرتبہ و رسوخ حاصل کیا۔ چونکہ آپ کی خلقت و طینت میں تصوف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لئے خواہ مخواہ زیادہ شوق اسی کا تھا اور بیشتر تصوف ہی کی کتابیں دیکھتے رہتے تھے۔ جب اس فن میں زیادہ توغل ہوا تو دل نے کہا اغیار سے کنارہ کرو اور گوشۂ تنہائی اختیار کرو اس لئے آپ باجازت اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ ایک علیحدہ مکان میں رہنے لگے اور مکان کو اقوال صوفیائے کرام اور

قرآن مجید کی آیات کے کتبوں سے جابجا خوب سجایا۔ایک روز آپ کے والد ماجدرح
اس مکان میں آپ کے پاس تشریف لائے۔مکان کی سجاوٹ دیکھ کر فرمانے لگے کہ
تم نے تصوف کے کتبوں سے مکان آراستہ کیا ہے۔حضرت ابوسعید ابوالخیررح نے
جواب دیا کہ بابا جان آپ کا مکان تصویروں سے آراستہ ہے اور تصویریں بھی
شاہانِ وقت اور اُمرائے زمانہ کی اور ان سے ہی آپ کو اُلفت ہے۔میں نے بھی
اپنے کاشانے کو اُن چیزوں سے پیراستہ کیا ہے جن سے مجھے اُنس ہے اور اس امید
پر ایسا کیا ہے کہ شاید کسی وقت محبوب حقیقی مجھپر مہر کی نظر ڈالے اور دولتِ عشق سے
مالامال ہو جاؤں۔حضرت ابوالخیررح پر ان کی تقریر کا اس قدر اثر ہوا کہ اپنے مکان کی
تمام تصویریں نکال پھینکیں۔اس کے بعد حضرت ابوسعید ابوالخیررح اپنے والد ماجد
کے فرمانے سے **مرو** تشریف لیگئے اور پانچ برس کامل **عبداللہ حصری** اور
قفال کے درس میں شریک رہ کر علوم شرعیہ میں کمال اور تکمیل کا درجہ حاصل کیا۔
دن بھر تحصیل علوم میں مشغول رہتے اور رات بھر عبادت فرماتے۔مگر اتبک باقاعدہ
علم باطنی کی تعلیم کسی شیخ سے حاصل نہیں فرمائی تھی۔اس کے بعد **سرخس** چلے آئے
اور **ابوعلی فقیہ** کی خدمت میں رہ کر فقہ و تفسیر میں مزید مہارت تامّہ حاصل فرمائی مگر
ہر وقت اہل اللہ کی لو لگی رہتی تھی۔حق تعالیٰ نے ان کا مقصد حاصل فرمایا۔یعنی سرخس
ہی میں حضرت **لقمان** رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔حضرت لقمانؒ مجنون بہت بڑے
کامل مجذوب تھے اور بڑے قوی الصرف تھے۔اس کا قصہ اس طرح ہے کہ **شارستان**
سرخس کے کنارے انھوں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ اپنی کملی کی سلائی کر رہے ہیں۔
ان ہی بزرگ کا نام شیخ لقمان تھا۔یہ دیکھ کر یہ بھی وہاں جا کھڑے ہوئے اور اس طرح کھڑے

ہوئے کہ سایہ کملی پر پڑتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ لقمان نے سر اُٹھا کر کہا کہ میاں لڑکے کچھ خبر بھی ہے ہم نے تم کو بھی اس کملی کے ساتھ سی دیا اور حضرت شیخ کا ہاتھ پکڑ کر شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی کی خانقاہ میں لائے اور اُن کے سپرد کر گئے اور شیخ ابوالفضل سے فرمایا کہ جب تک زندہ ہو ابوسعید کی تربیت کرنا۔ شیخ ابوالفضل کے انتقال کے بعد حضرت ابوسعیدؒ شیخ ابوالعباس قصاب آملی کی خدمت میں رہے۔ مگر حقیقتاً جو کچھ تربیت پائی اور جس قدر معرفت الٰہی حاصل کی وہ شیخ ابوالفضل کی خدمت میں ہی حاصل کی۔ اُن کے انتقال کے بعد ابوالعباس قصاب رحمۃ اللہ کی خدمت نے سونے پر سُہاگے کا کام دیا۔ اب کیا تھا حضرت شیخ اکسیر ہو گئے۔ جسپر نظر ڈالی سونا بنا دیا۔ حضرت اُن متقدمین بزرگوں میں ہیں کہ جو جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ یہہ اُن صوفیوں میں نہ تھے کہ جو شریعت و طریقت کو جدا اگانہ سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ کا مسلک ہی یہہ تھا کہ اتباع شریعت ہی طریقت و حقیقت ہے اور یہی اصل وجہ ان کے علو مرتبت کی ہے ان کے زمانے میں جسقدر کاملین و عارفین تھے سب ان کے آگے سر تسلیم خم کرتے تھے اور سب مسخر تھے۔ ان کی بزرگی کا حال اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے (جن کے مزار مبارک پر حضرت سلطان الہند غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے زمانے تک چلہ کشی کی ہے) جلیل القدر بزرگ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر معتکف رہے ہیں۔ ایک روز حضرت داتا صاحب حضرت شیخ کے مزار مبارک پر مراقب تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سفید کبوتر اُڑتا ہوا آیا اور حضرت شیخ کی قبر پر جو تھیلی پڑی ہوئی تھی اُس کے نیچے چلا گیا۔ انھوں نے اٹھکر تھیلی کو دیکھا تو وہاں کچھ نہ تھا۔ دو تین روز یہی

واقعہ دیکھا۔ حیران تھے کہ یہ عجیب قصّہ ہے؟ ایک شب خواب میں شیخ کو دیکھا فرماتے ہیں کہ وہ کبوتر در اصل میری صفائی معاملہ ہے جو ہر روز مجھ سے ملنے آتی ہے۔
شیخ کے کشف و کرامات اسقدر ہیں کہ اس مختصر تحریر میں اُن کی گنجایش نہیں ہے کسی نے شیخ سے دریافت کیا کہ بعض اہل اللہ دریا پر چلتے ہیں اور چشم زدن میں طے الارض کر لیتے ہیں بعض ہوا میں اُڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خس و خاشاک میں پانی چلتا ہے (یعنی بہتا چلا جاتا ہے) شیطان دم بھر میں کہیں کا کہیں جا پہنچتا ہے۔ مکھیاں بھی ہوا میں اُڑتی ہیں۔ جو اہل اللہ ہیں اُن کے نزدیک یہ اُمور بے معنیٰ ہیں اور نسبت الی اللہ تعالیٰ علیحدہ چیز ہے۔ مرد خدا وہ ہے جو دنیا میں ایک نکاح کرے۔ بیوی بچوں کے اور تمام مخلوق کے حقوق اور پھر حقوق اللہ دونوں کو شریعت کے مطابق بے کم و کاست ادا کرے اور پھر ایک لحظہ بھی یاد الٰہی سے غافل نہو رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ کا وہی شخص مصداق ہو سکتا ہے۔
ایک مرتبہ حضرت شیخ سے کسی نے حدیث شریف تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ کے معنی پوچھے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک ساعت اپنی نیستی میں فکر کرنا ایک سال کی اُس عبادت سے بہتر ہے جو خودی کے ساتھ ادا کی جائے اور یہہ رباعی فرمائی:۔

تا روئے ترا بدیدم اے شمع طراز ۔ نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز ۔ چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

شیخ محمد ابو نصر جلیبی نامی ایک بزرگ تھے اُنھوں نے حضرت شیخ کی بہت شہرت سُنی۔ اتفاقاً خواجہ ابو بکر خطیب مرو سے نیشاپور جا رہے تھے۔ جب شیخ

ابونصر سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے کہا کہ شیخ ابو سعید سے مل کر ہمارے ایک سوال کا جواب لیتے آنا اور سوال یہ ہے کہ "آثار کے لیئے محو ہے"۔ خواجہ نے کہا لکھ دیجئے چنانچہ شیخ ابونصر نے لکھدیا۔ خواجہ نیشاپور پہنچے تو سرائے میں اُترے۔ انھوں نے دیکھا کہ دو شخص مجھکو پکار رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ شیخ ابو سعید صاحب نے بلایا ہے اور کہا ہے کہ میرے پاس آکر سرائے میں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھتے ہی فرمایا:۔

اھلاً لسعد الرسول وحبذا وجہ الرسول لحب المرسل

اور فرمایا وہ خط تو دو، دیکھوں ابونصر نے کیا سوال کیا ہے۔ خواجہ نے خط پیش کیا۔ فرمایا جب جاؤ گے جواب لیتے جانا۔ خواجہ نے چند روز رہ کر واپسی کے وقت جواب طلب کیا۔ فرمایا کہ اس پیر سے کہدینا لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (یعنی عین ہی کو بقا نہیں اثر کہاں رہیگا) یعنی جب حقیقت کا اظہار ہوا پھر کوئی چیز باقی نہ رہی کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔ خواجہ نے سر جھکا کر عرض کی میں سمجھا نہیں۔ فرمایا یہ رباعی یاد کر لو بس یہی جواب ہے۔

جسمم ہمہ اشک گشت وچشمم بگریست در عشق تو بے جسم ہمی باید زیست
از من اثرے نماند وایں عشق از چیست چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

خواجہ نے مرو میں آکر شیخ ابونصر کو یہ رباعی سنائی۔ رباعی سنتے ہی ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اس حال میں ایک ہفتہ زندہ رہے بالآخر بعد ایک ہفتے کے انتقال ہو گیا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا حال مطابق قال تھا یعنی باطن وظاہر شریعت غرا کے موافق تھا سر مو فرق ہونے نہ پاتا تھا۔ اور علاوہ علم وفضل ظاہری وباطنی کے حضرت شیخ شاعر بھی تھے مگر نہ وہ شاعری جسکے متعلق قرآن مجید میں مذمت فرمائی گئی ہے کہ اَلشُّعَرَاءُ

يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ الخ بلکہ آپ تلامیذ رحمٰن میں سے تھے اور الشعر لحکمۃ و ان الحکمۃ لسحرا کے مصداق - آپ کی شاعری آپ کے جذبات وارادات عشق الٰہی نظم کرنا تھا - یہہ جذبات اور یہہ واردات ہر وقت آپ پر وارد و طاری ہوتے رہتے تھے - کل اناء یترشح بما فیہ ظاہر ہے انسان ضبط بھی کہاں تک کر سکتا ہے اسلیئے خود بخود حضرت شیخ کی زبان واردات و جذبات نظم کی شکل میں آجاتے تھے اور ایک مصلحت یہہ بھی تھی کہ اس کلام سے بڑے بڑے کاملین نے فوائد حاصل کیئے اور تا قیامت حاصل کرتے رہیں گے -

حضرت شیخ کا تمام کلام صرف رباعیات ہی ہیں - اگرچہ عمر خیام رباعیات کا حاکم ہے مگر حضرت شیخ نے جو بات کہ رباعیات میں بیان فرمادی عمر خیام کو اُس کی ہوا بھی نہ لگی - قال کو حال سے نسبت نہیں ہو سکتی - تمام متقدمین کیطرح حضرت شیخ کی زبان بھی صاف وسادہ ہے اور مفہوم اس قدر دلچسپ کہ جسکا بیان مشکل - البتہ کہیں کہیں تجنیس خطی و لفظی ضرور پائی جاتی ہے مگر وہ بھی نہایت حُسن و خوبی سے - چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خزان کے موسم میں حضرت شیخ ایک درخت کے نیچے آرام فرمارہے تھے - موسم خزان کا تھا اُس درخت کے پتے بالکل زرد تھے - دیکھتے ہی فرمایا کہ :-

تو از مہر زرد و من از مہر زرد   تو از مہر ماہ و من از مہر ماہ

حضرت شیخ کے مرتبۂ فنا کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ خواجہ مظفر خداوندی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت شیخ کا ذکر ہو رہا تھا - خواجہ نے کہا مجھ میں اور شیخ ابو سعید میں یہ نسبت ہے کہ جس طرح پیمانہ میں ایک دانہ ہو اور رہ دانہ شیخ ابو سعید ہے - حضرت شیخ

کے مریدین و مخلصین نے جب یہ سُنا تو اُن کو ناگوار گذرا اور حضرت شیخ سے یہ واقعہ حاضر ہوکر عرض کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ خواجہ سے جاکر کہو کہ وہ ایک دانہ بھی تو ہی ہے۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔

ایک روز حضرت شیخ کے روبرو کسی قوال نے یہ بیت پڑھی ؎

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت | تا بر لب تو بوسہ دہم چونش بخوانی

حضرت شیخ نے دریافت کیا یہہ بیت کس کی ہے؟ قوال نے عرض کی عمارہ کی حضرت شیخ نے فرمایا۔ چلو کہ عمارہ کی زیارت کریں۔ چنانچہ اپنی ایک جماعت کے ساتھ جاکر اُن کی زیارت کی اور خود یہ رباعی پڑھی رباعی

در راہِ یگانگی نہ کفر است نہ دیں | یک گام ز خود بروں نہ و راہ ببیں

اے جانِ جہاں تو راہِ اسلام گزیں | با مارِ سیہ نشین و با خود منشیں

حضرت شیخ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان حجاب آسمان و زمین، عرش و کرسی نہیں ہیں بلکہ خود انسان کی خودی حجاب ہے۔ چاہیئے کہ اس خودی کو درمیان سے اُٹھائے تاکہ شاہد حقیقی جلوہ گر ہو۔

حضرت شیخ کی عمر شریف ۸۳ سال ۴ ماہ کی ہوئی اور شب جمعہ ماہ شعبان سنہ ۴۴۰ ہجری کو انتقال ہوا۔ یہہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے حسب ذیل اشعار پڑھے جائیں۔

اشعار

خوبتر اندر جہاں زیں چہ بود کار | دوست بر دوست رفت یار بر یار

آں ہمہ اندوہ بود ویں ہمہ شادی | واں ہمہ گفتار بود ویں ہمہ کردار

(مقصود احمد مجددی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باز آ۔ باز آ۔ ہر انچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ
این درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ　　۱

جو کچھ بھی ہے جو حال ہے تیرا۔ آجا　　کافر ہے کہ بُت پرست و ترسا۔ آجا
درگاہ ہماری نہیں جائے حرماں　　سو مرتبہ گو توڑی ہو توبہ۔ آجا　　۱

نسیما۔ جانبِ بستاں گذر کن　　بگو آں نازنیں شمشاد قد را
بہ تشریفِ قدومِ خود زمانے　　مشرف کن خراب آبادِ ما را　　۲

نسیمِ صبح تو گلشن میں جا کے　　یہ کہنا اُس حسیں شمشاد قد سے
کہ اپنے دم قدم سے آ کے دم بھر　　شرف ویراں کدے کو میرے بخشے　　۲

خداوندا بگردانی بلا را　　ازیں آفت نگہداری تو ما را
بحقِ آں دو گیسوئے محمد ؐ　　زبوں گرداں زبر دستانِ ما را　　۳

خداوندا بلا کو دور کر دے　　اس آفت سے مجھے محفوظ رکھ لے
طفیلِ گیسوئے مشکینِ احمد ؐ　　دکھا نیچا زبردستوں کو میرے　　۳

وافریاداز عشق وافریادا | کارم بیکے طرفہ نگار افتادا
گر داد من شکستہ دادا۔ دادا | ورنہ من و عشق ہر چہ بادا۔ بادا ۴

اس عشق کے ہاتھوں سے ہوں میں فریادی | اک طرفہ جفا کار سے کی ہے یاری
انصاف جو مجھ شکستہ دل کا نہ ہوا | تو میں ہوں اور عشق۔ خواہ پھر ہو کچھ بھی ۴

یارب بمحمد و علی و زہرا | یارب بحسین و حسن آل عبا
از لطف بر آر حاجتم در دو سرا | بے منتِ خلق یا علی الاعلےٰ ۵

یارب بہ محمد و علی و زہرا | یارب بحسین و حسن آل عبا
حاجت مری تو لطف سے پوری کر دے | بے منت خلق اے علی الاعلےٰ ۵

اے دلبر ما۔ مباش بے دلبر ما | یک دلبر ما۔ بہ از صد دلبر ما
نہ دلبر ما۔ نہ دلبر اندر بر ما | یا دلبر ما۔ فرست یا دلبر ما ۶

بے یار مرے پہلو میں اے دل نہ ٹھہر | سو دل سے ہمارے۔ ایک دلبر بہتر
پہلو میں ہمارے دل نہ آغوش میں یار | دلبر کو۔ نہیں تو۔ دل کو بھیج۔ ربِ اکبر ۶

منصور حلاج آں نہنگِ دریا | کز پنبہ تن دانۂ جاں کرد جدا
روزے کہ انا الحق بزباں می آورد | منصور کجا بود۔ خدا بود خدا ۷

منصور حلاج وہ نہنگِ دریا | کی جان عزیز جسم سے جس نے جدا
جس روز انا الحق کہ زباں پر لایا | منصور کہاں تھا وہ۔ خدا تھا وہ خدا ۷

۸

من دوش دعا کردم و باد آمینا — تا بہ شود آں دو چشم بادامینا
از دیدۂ بدخواہ ترا چشم رسید — در دیدۂ بدخواہِ تو بادا - مینا

آمین کہی ہوائے کل دعا جو مانگی — تاکہ ہوں - وہ بادام سی - آنکھیں اچھی
بدخواہ جو تیرا ہے ہوئی اُس کی نظر — اللہ کرے پھوٹیں وہ آنکھیں اُس کی

۹

اے کردہ غمت غارتِ ہوشِ دلِ ما — دردِ تو شدہ خانہ فروشِ دلِ ما
رندی کہ مقدسان ازو محرومند — عشق تو مرا - اُو گفت - بگوشِ دلِ ما

کب چین غمِ عشق میں آیا دل کو — فرقت میں تری درد نے مارا دل کو
رندی - کہ ہیں زاہدانِ خشک اُس سے محروم — اُس نے ہی ترا عشق سکھایا دل کو

۱۰

در دیدہ بجائے خواب آب است مرا — زیراکہ بدیدنت شتاب است مرا
گویند بخواب - تا بخوابش بینی — اے بیخبراں چہ جائے خواب است مرا

ہیں اشک بجائے خواب آنکھوں میں مری — ہے مدنظر یہ - تجھے دیکھوں جلدی
سب کہتے ہیں سوجا کہ نظر آئے یار — اے بے خبرو - نیند کی یہ کیا ہے گھڑی

۱۱

تا در رسید چشم خونخوار ترا — خواہم کہ کشد جانِ من آزار ترا
یارب کہ ز چشم زخمِ دوراں ہرگز — در وے نرسد نرگسِ بیمار ترا

جب سے نظرِ بد - تری آنکھوں کو لگی — خواہش ہے کہ پہنچے مجھے تکلیف تری
آفاتِ زمانہ سے خدا تجکو بچائے — بیمار نہ ہو نرگسِ بیمار کبھی

مہمانِ تو خواہم آمدن جانانا می توانی کن زحاسداں پنہانا
خالی کن ایں خانہ زبس مہمانا ۱۲ باماکس را بخانہ درمنشانا

جی میں ہے کہ مہمان بنوں۔ یار ترا خلوت میں رقیبوں سے الگ مجکو بلا
خالی ہو گھر ایسا کہ نہ ہو غیر کوئی ۱۲ اور کوئی نہ ہو پاس ترے میرے سوا

آں رشتہ کہ قوت روان ست مرا آرائش جانِ ناتوان ست مرا
برلب چو کشی جاں کشدم از پے آں ۱۳ پیوند جو بارشتہ جان ست مرا

وہ رشتۂ اُلفت کہ ہے زندگانی اُس سے دم میں ہے قوت ہے روانی اُس سے
اظہار کرے تو۔ تو خدا ہو جاؤں ۱۳ ہے جان کا پیوند نہانی اُس سے

تا چند کشم غصۂ ہر ناکس را وز خستِ خود خاک شوم ہر کس را
کارم بدعا چو بر نمی آید راست ۱۴ دادم سہ طلاق ایں فلک اطلس را

کبتک میں اٹھاؤں غصہ ہر ناکس کا ذلت سہوں نا اہل کی کب ہے اچھا
دوں۔ تین طلاقیں آسماں کو اُس دم ۱۴ کچھ کام نہ جب دُعا سے نکلے اپنا

ہر گاہ کہ بینی دو سہ سرگرداں را عیب رہ مرداں نتواں کرد آں را
تقلید و دو سہ مقلد بے معنی ۱۵ بدنام کنند رہ جواں مرداں را

دو ایک کو آوارہ اگر تو دیکھے مردانِ خدا پر نہ لگا عیب اُس سے
تقلید سے بے معنی مقلدوں کی اکثر ۱۵ ہو جاتے ہیں بدنام خدا کے بندے

دنیا جم را و قیصر و خاقاں را
دوزخ بہ بداں بہشت مر نیکاں را 16
تسبیح ملک را و صفا رضواں را
جاناں ما را و جان ما جاناں را

ہے قیصر و جم کے لیئے دنیا زیبا
دوزخ ہے بدوں کے لیئے نیکوں کو بہشت 16
تسبیح ملک کے لیئے رضواں کو ضیا
جاناں کی مری جاں تو جانان میرا

وصل تو کجا و من مہجور کجا
ہر چند ز سوختن ندارم باکے 17
دردانہ کجا حوصلۂ مور کجا
پروانہ کجا و آتش طور کجا

تیرا کہاں وصل اور یہ مہجور کہاں
ہر چند میں ڈرتا نہیں جلنے سے مگر 17
دردانہ کہاں حوصلۂ مور کہاں
پروانہ کہاں اور آتش طور کہاں

برتافت عناں صبوری از جان خراب
دیگر چو عناں نہ پیچم از حکم تو سر 18
شد ہمچو رکاب حلقۂ چشم از تب و تاب
گر دولت پابوس تو یابم چو رکاب

اب صبر کے قابل نہ رہی جان خراب
سرتابی ترے حکم سے ہر گز نہ کروں 18
آنکھوں میں پڑے حلقے بڑھا جب و تاب
پابوسی کی دولت جو ملے مثل رکاب

از چرخ و فلک گردش یکساں مطلب
روزے پنج کہ در جہاں خواہی بود 19
وز دور زمانہ عدل سلطاں مطلب
آزار دل ہیچ مسلماں مطلب

اس چرخ سے تو گردش یکساں کو نہ چاہ
جو عمر کہ پنج روزہ تیری گذرے 19
اور دور جہاں سے عدل سلطاں کو نہ چاہ
لازم ہے کہ آزار مسلماں کو نہ چاہ

۲۰

گہ میگردم بر آتش ہجر کباب — گہ سرگردان بحر غم ہمچو حباب
القصہ چو خار و خس دریں دیر خراب — گہ بر سر آتشم۔ گہے بر سر آب

۲۰

جلتا ہوں کبھی ہجر میں مانند کباب — یا بحر الم میں غوطہ زن مثل حباب
القصہ جہاں میں خار و خس کی مانند — ہوں آگ میں جلتا۔ تو کبھی بر سر آب

۲۱

کارم ہمہ نالہ و خروش است امشب — نے صبر پدید است و نہ ہوش است امشب
دوشم خوش بود ساعتے۔ پنداری — کفارۂ خوش دلی دوش است امشب

۲۱

اس رات مرا کام ہے فریاد و فغاں — اب صبر کہاں اور مجھے ہوش کہاں
کل عیش میں گذری جو گھڑی۔ آجکی رات — بدلہ ہے اُسی کا۔ مجھے ہوتا ہے گماں

۲۲

اے آئینۂ حسن تو در صورت زیب — گرداب ہزار کشتیٔ صبر و شکیب
ہر آئینہ کہ غیر حسن تو بود — خواند خردش سراب صحرائے فریب

۲۲

صورت کا تری حُسن ہے خود آئینہ — کشتی کے لئے صبر کی۔ گرداب بلا
جو دل بھی۔ کہ ہو حسن سے تیرے خالی — عقل اُسکو سمجھتی ہے سراب صحرا

۲۳

دور از تو فضائے دہر بر من تنگ است — دارم دلکے کہ زیر صد من سنگ است
عمریست کہ مدتش زمانرا عار است — جانیست کہ بردنش اجل را ننگ است

۲۳

فرقت میں تری وبال ساری دُنیا — سو من کا پہاڑ۔ میرے دل پر ہے دھرا
وہ عمر۔ کہ دن جسکے۔ جہاں کیلئے ننگ — وہ جان۔ جسے۔ اجل نہ چاہے لے جانا

آں را کہ قضا ز خیلِ عشاق نوشت
آزاد ز مسجد است و فارغ ز کنشت

۲۴

دیوانۂ عشق را چہ ہجراں چہ وصال
از خویش گذشتہ را چہ دوزخ چہ بہشت

جو شخص ازل ہی سے کہ عاشق ٹھہرا
بتخانہ و مسجد سے وہ آزاد ہوا

۲۴

عاشق کو برابر ہے۔ وہ ہو ہجر کہ وصل
کیا جنت و دوزخ۔ جو خودی سے گذرا

اے دل ہمہ خوں شوی شکیبائی چیست
وے جاں بدر آ۔ ایں ہمہ رعنائی چیست

۲۵

اے دیدہ چہ مردمیت۔ شرمت بادا
نادیدہ بجالِ دوست بینائی چیست

دل! ہو ہمہ تن خوں۔ شکیبائی کیا؟
اے جان نکل آ۔ کہ یہ رعنائی کیا؟

۲۵

اے آنکھ! یہ مردمی ہے کیا شرم تو کر
بے دیکھے ہوئے یار کے بینائی کیا؟

دل عادت و خوئے جنگجوئی تو گرفت
جاں گو ہر ہمت سر کوئے تو گرفت

۲۶

گفتم بخط تو جانب ما را گیر
ایں ہم طرفِ روئے نکوئے تو گرفت

دل نے تری خوئے جنگجوئی سیکھی
کی جان نے ہمت۔ کہ وہ بے تیری گلی

۲۶

ہو جائے ہمارا۔ خط عارض سے کہا
رخسار کی اُس نے بھی طرفداری کی

گفتار نکو دارم و کردارم نیست
از گفت نکوئے و بے عمل عارم نیست

۲۷

دشوار بود کردن و گفتن آساں
آسان بسیار ہیچ دشوارم نیست

گفتار اگر اچھی ہے تو کردار نہیں
اس بے عملی سے مجھے کچھ عار نہیں

۲۷

کرنا جو ہے دشوار۔ تو آساں کہنا
آساں تو بہت ہے۔ کچھ بھی دشوار نہیں

اے خواجہ ترا غم جمال ماہست
اندیشہ باغ وراغ وخرمن گاہست
۲۸
ماسوختگان عالم تجریدیم
مارا غم لا الٰہ الا اللہ ہست

اے خواجہ تجھے ہے فکر حسن دلدار
تو ہے غم باغ وراغ وخرمن سے نزار
۲۸
ہم عالم تجرید کے ہیں سوختہ تن
ہم کو غم لا الٰہ الا اللہ سے کار

گویند دل آئینۂ آئیں عجب است
در روے رخ شاہدان خوبیں عجب است
۲۹
در آئینہ روئے شاہدان نیست عجب
خود شاہد وخود آئینۂ ایں عجب است

سب کہتے ہیں دل بھی ہے عجب آئینہ
پھر اُس میں رُخ شاہد خوبیں کیسا
۲۹
یار آئے نظر اس میں۔ تو حیرت نہیں کچھ
خود شاہد وخود آئینہ کیونکر وہ ہوا

در ہجر ایم قرار می باید ونیست
آسائش جان زار می باید ونیست
۳۰
سرمایۂ روزگار می باید ونیست
یعنی کہ وصال یار می باید ونیست

فرقت میں جو چاہا بھی تو آیا نہ قرار
آسائش جان چاہی ولیکن بے کار
۳۰
سرمایۂ روزگار چاہا ۔ نہ ملا
یعنی مجھے ہرگز نہ ہوا وصل یار

روزم بغم جہان فرسودہ گذشت
شب در ہوس بودہ ونابودہ گذشت
۳۱
عمرے کہ ازو دمے جہانے ارزو
القصہ بفکر ہائے بیہودہ گذشت

دن میرا غم جہاں میں سارا گذرا
بیکار ہوس میں وقت سب صرف ہوا
۳۱
جس عمر کا اک دم ہے جہاں کی قیمت
القصہ ۔ کٹی یوں ہی نہ کچھ کام کیا

گریم ز غمِ تو زار گوئی زرق است
چوں زرق بود کہ دیدہ در خوں غرق است

۳۲

تو پنداری کہ جملہ دلہا دلِ تو است
نہ نہ صنما۔ میانِ دلہا فرق است

تم کہتے ہو مکر۔ میں ہوں غم سے روتا
وہ مکر ہے کب۔ لہو جو آنکھوں سے بہا

۳۲

اپنا سا ہر اک دل کو سمجھتے ہو تم
ہر گز نہیں۔ دل۔ دل میں بھی ہے فرق بڑا

آں را کہ فنا شیوۂ و فقر آئین است
نہ کشف و یقین نہ معرفت دین است

۳۳

رفت او ز میاں ہمیں خدا ماند خدا
الفقر اذا تم ہو اللہ این است

جس نے کہ کیا فقر و فنا کا شیوا
ہے کشف و یقین نہ معرفت دیں کچھ اُس کا

۳۳

خود مٹ گیا جب وہ۔ تو خدا ہی ہے خدا
اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ هُوَ اللہ یہ ہے

کردم توبہ شکستیش روز نخست
چوں شکستم بتوبہ ام خواندی چیست

۳۴

القصہ زمام توبہ ام در کفِ تست
یکدم نہ شکستہ اش گذاری نہ درست

توبہ شکنی میری ازل سے تھی لکھی
پھر حکم ہے توبہ کا۔ جو توبہ توڑی

۳۴

القصہ مری توبہ ترے ہاتھ میں ہے
ہے ڈھیل کبھی اس میں کبھی مضبوطی

دنیا بمثل چو کوزۂ زرین است
گہ آب درو تلخ و گہے شیرین است

۳۵

تو غرہ مشو کہ عمر من چندین است
کیں اسپِ اصیل مدام زیر زین است

دنیا بمثال کوزۂ زر میں ہے
پانی کبھی اُس کا تلخ اور کبھی شیریں ہے

۳۵

تو غرہ نہ کر کہ عمر تیری ہے بہت
یہ اسپِ اصیل۔ مدام زیر زیں ہے

تا در نہ رسد وعدۂ ہر کار کہ ہست | سود ے نہ دہد یاری ہر یار کہ ہست
۳۶
تا زحمتِ سرما و زمستاں نکشد | پُر گل نشود دامنِ ہر خار کہ ہست

وقت آئے نہ جبتک نہ ہو پورا وعدا | ہر دوست کی یاری میں نہیں نفع ذرا
۳۶
برداشت نہ جبتک کرے سردی گرمی | ہر خار کا دامن نہ ہو پھولوں سے بھرا

یارب تو زمانہ را دلیلے بفرست | نمرود اں را پشۂ چو پیلے بفرست
۳۷
فرعونیگان ہمہ زبردست شدند | موسیٰؑ و عصا و رود نیلے بفرست

دنیا کے لیے راہ نما۔ رب غفور | نمرودوں کا سر توڑے۔ کر ایسا مور
۳۷
ظالم ہوئے فرعون صفت بھیجدے پھر | موسیٰؑ و عصا و رود نیل ضرور

آساں آساں زخود اماں نتواں یافت | ویں شربتِ شوق رائگاں نتواں یافت
۳۸
زاں مے کہ عزیز جانِ مشتاقاں است | یک جرعہ بصد ہزار جاں نتواں یافت

آسان نہیں اپنی خودی کا کھونا | یہ شربت شوق مُفت کس نے ہے پیا
۳۸
وہ مے کہ عزیز جانِ مشتاقاں ہے | گھونٹ اُس کا ہزار جان دیکر ملا

از ور ونشاں مدہ کہ در جانِ تو نیست | بگذر ز ولایتے کہ آنِ تو نیست
۳۹
از بیخردی بود کہ با جوہریاں | لاف از گہرے زنی کہ در کانِ تو نیست

نام اُس کا نہ لے نہو جو درد دل کے اندر | جو شے نہیں تیری اُس سے کر قطع نظر
۳۹
ہے جوہریوں کے سامنے حماقت کی دلیل | شیخی تو بگھارے نہو معدن میں گہر

چشمم ہمہ اشک گشت جسمم بگریست　　در عشق تو بے جسم ہمی باید زیست

از من اثرے نماند ایں گریہ چیست　　چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست　　۴۰

آنکھیں ہوئیں اشک، جسم میرا رویا　　بے جسم ترے عشق میں جینا اچھا

میں ہی نہ رہا تو پھر یہ روتا ہے کون　　معشوق ہوا میں۔ تو کون عاشق ٹھہرا　　۴۰

تا پائے تو رنجہ گشت و باد رو بساخت　　مسکیں دلِ رنجورِ من از درد گداخت

گو یا کہ ز روزگار دردے دارد　　ایں درد کہ در پائے تو خود را انداخت　　۴۱

جب سے کہ ترا پاؤں دُکھا - درد ہوا　　میرے دلِ رنجور میں بھی درد اُٹھا

گو یا کہ زمانے کو ہے اس درد کا درد　　جو درد کہ جا کر ترے قدموں پہ پڑا　　۴۱

عشق تو بلائے جان درویش من است　　بیگانہ نمی شود مگر خویش من است

گفتم سفرے کنم، ز غم بگریزم　　منزل منزل غم تو در پیش من است　　۴۲

ہے عشق بلائے جان میں ہوں بیدل　　بیگانہ نہیں ہوتا ہے مجھ پر مائل

میں نے کہا اس غم سے بچوں کر کے سفر　　تیرا ہی رہا غم مجھے منزل منزل　　۴۲

زاں مے خوردم کہ روح پیمانۂ اوست　　زاں مست شدم کہ عقل دیوانۂ اوست

دودے بمن آمد آتشے با من زد　　زاں شمع کہ آفتاب پروانۂ اوست　　۴۳

پیتا ہوں وہ مے کہ روح جسکا پیمانہ ہے　　میں مست ہوں اُسکا ہوش جسکا دیوانہ ہے

جلتا ہوں میں اُس شمع کے دھوئیں سے جسکا　　یہ مہر جہاں تاب بھی پروانہ ہے　　۴۳

زنار پرست زلف عنبر بویت — محراب نشین گوشۂ ابرویت
یارب تو چہ کعبہ کہ باشد شب و روز — روئے دل کافر و مسلماں سویت ۴۴

زنار پرست کوئی گیسو کا ہوا — ہے گوشہ نشیں کوئی ترے ابرو کا
کعبہ ہے عجب تو بھی - الٰہی - کہ جدھر — روئے دل کافر و مسلماں دیکھا ۴۴

با دل گفتم کہ اے دل احوال تو چیست — دل دیدہ پُر آب کرد و بسیار گریست
گفتا کہ چگونہ باشد احوال کسے — کو را بمراد دیگرے باید زیست ۴۵

احوال جو میں نے اپنے دل سے پوچھا — اشک آنکھوں میں بھر لایا بہت ہی رویا
کہنے لگا اُس شخص کا احوال ہی کیا — مرضی پہ ہو دوسرے کی جس کا جینا ۴۵

اے مقصد خورشید پرستاں رویت — محراب جہانیاں خم ابرویت
سرمایۂ عیش تنگدستاں دہنت — سررشتۂ دلہائے پریشاں مویت ۴۶

ہے مقصد خورشید پرست روئے نیکو — اور اہل جہاں کے لئے معبد ابرو
سرمایۂ عیش تنگدستوں کا - دہن — سررشتہ پریشان دلوں کا - گیسو ۴۶

غم عاشق سینۂ بلا ہر در ماست — خوں در دل آرزو ز چشم تر ماست
ہاں غیر - اگر حریف یابی پیش آئے — کالماس بجائے بادہ در ساغر ماست ۴۷

آزاد طلب سینہ کا عاشق ہے غم — خونِ دلِ آرزو ہے اشکِ پیہم
اے غیر حریف ہے تو میدان میں آ — پی جا کہ بجائے مے ہے پیمانہ میں سم ۴۷

در کشورِ عشق جائے آسایش نیست
آنجا ہمہ کاہشت افزائش نیست

۴۸

بے درد والم توقع درماں نیست
بے جرم وگنہ امید بخشائش نیست

یہ کشورِ عشق جائے آرام نہیں
راحت کا بجز رنج کہیں نام نہیں

۴۸

بے درد والم نہیں امید درماں
بے جرم گنہ بخشش و انعام نہیں

عشق آمد و گردِ فتنہ بر جانم ریخت
عقلم شد و صبر رفت و ہوشم بگریخت

۴۹

زیں واقعہ سخت دوست دستم بگرفت
چوں دید کہ ہر چہ داشت در پایم ریخت

عشق آیا تو جان پر وہ آئی آفت
عقل و خرد و صبر ہوئے سب رخصت

۴۹

اس واقعہ سخت میں جو کام آیا دوست
کی اُس نے مری ہر ایک ممکن خدمت

گر مردہ بوم برآمدہ سالے بیست
چہ پنداری کہ گورم از عشق تہیست

۵۰

گر دست بخاکِ من نہی کاینجا کیست
آواز دہم کہ حالِ معشوقم چیست

مر کر مجھے ہو بیس برس کا عرصہ
کیا عشق سے خالی مرا مدفن ہوگا

۵۰

تو خاک کی چٹکی بھی اٹھائے گا اگر
پوچھوں گا یہی۔ یار ہے میرا کیسا

اے قبلۂ ہر کہ مقبل آمد رویت
روئے ہمہ مقبلانِ عالم سویت

۵۱

امروز کسے کز تو بگرداند روئے
فردا بکدام رو بہ بیند سویت

چہرہ ترا قبلہ ہے ہر اک مقبل کا
ہر صاحب اقبال کا تو قبلہ نما

۵۱

بدبخت اگر آج پھرا تجھ سے کوئی
کس منہ سے وہ کل دیکھیگا دیدار ترا

از ما ہمہ عجز و نیستی مطلوب است هستی و توابعش ز ما منکوب است

۵۲

ایں او ست پدید گشتہ در صورتِ ما ایں قدرت و فعل ازاں بما منسوب است

ہے نیستی و عجز ہی - ہم سے مطلوب هستی و لوازم اُسکے ہم سے منکوب

۵۲

صورت میں ہماری خود ہوا وہ ظاہر ہیں قدرت و فعل صرف ہم سے منسوب

گر سُبحہ صد دانہ شماری خوب است در جام مے از کف نگذاری خوب است

۵۳

گفتی چہ کنم - چہ تحفہ آرم برِ دوست بے درد مہیا ہر آنچہ آری خوب است

سو دانے کی تسبیح شماری بھی بھلی پیمانۂ مے ہاتھ میں - اچھا وہ بھی

۵۳

تو کہتا ہے - لیجاؤں میں کیا یار کے پاس آ درد کے ساتھ - پھر ہے ہر چیز کھری

آلودۂ دنیا جگر ریش تر است آسودہ تر است ہر کہ درویش تر است

۵۴

ہر خر کہ بروز نگی و زنجیرے ہست چوں بر نگری بار بر و بیش تر است

آلودۂ دنیا ہے زیادہ مُضطر جو جتنا ہے درویش ہے آسودہ تر

۵۴

جس خر پہ کہ زنگولہ و زنجیر بھی ہو اُسپہ ہی زیادہ بار ہوگا اکثر

دی شب کہ دلم ز تابِ ہجراں می سوخت اشکم ہمہ در دیدۂ گریاں می سوخت

۵۵

می سوختم آنچناں کہ غیر از دلِ تو بر من دلِ کافر و مسلماں می سوخت

کل شب تپ فرقت میں جلا کچھ ایسا جو اشک تھا آنکھوں میں جلا خشک ہوا

۵۵

القصہ جلا اتنا - کہ اک تیرے سوا مجھپر دل ہر گبر و مسلمان جلا

سیمابی شد ہوا و زنگاری دشت — اے دوست بیا و بگذر از ہر چہ گذشت

۵۶

گر میل وفا داری - اینک دل و جاں — ور میل جفا داری اینک سر و طشت

چلتی ہے ہوا - سبز ہوا - سارا دشت — آیا ر - قصور بخش میرا - سر دست

۵۶

ہے میل وفا اگر تو حاضر دل و جاں — ہے خواہش جور اگر - تو یہ ہے سر طشت

عقرب (برج) سر زلف یار و مہ چنبر اوست — شیریں سخنی کہ شہد در شکر اوست

۵۷

با ایں ہمہ کبر و ناز کاندر سر اوست — فرماں دہ روزگار فرماں بر اوست

عقرب (برج) - سر زلف - چاند اُس کا حلقہ — شیریں سخنی میں شہد و شکر کے سوا

۵۷

با ایں ہمہ کبر و ناز جو ہے اُس کو — فرماں دہِ روزگار اُس کا بندا

اے دل چو خدنگت رگ جاں بگشود — منمائے بکس خرقہ خوں آلودت

۵۸

می نال چنانکہ نشنوند آوازت — می سوز چنانکہ بر نیاید دودت

اے دل - نہ کوئی بوند لہو کی دیکھے — جب تیر نظر تیری رگ جاں میں لگے

۵۸

یوں جل - کہ دھواں تک نہ نکلنے پائے — آواز سنے نہ کوئی اس طرح سے رو

سر سخن دوست نمی یارم گفت — دُر لیست گراں بہا نمی یارم سُفت

۵۹

ترسم کہ بخواب در بگویم - بکسے — شبہاست کزیں خوف نمی یارم خفت

سر سخن دوست - نہیں کہہ سکتا — ہوتی ہیں گراں بہا - پرونا کیسا

۵۹

کہہ گذروں کسی سے نہ کہیں خواب میں میں — راتیں ہوئیں - اس ڈر سے نہیں ہیں سویا

در بحر یقیں کہ دُر تحقیق بسے است
گرداب درو چو دم گشتی نفسے است

ہر گوش صدف حلقۂ چشمت پُر آب ۶۰
ہر موج اشارۂ ز ابروئے کسے است

پُر از دُرِ تحقیق یقیں کا دریا
اُس میں ہے فقط یہ نفس گرداب بلا

ہر سیپی اشارہ چشم پُر اشک کا ہے ۶۰
ہر موج میں ابرو کا کسی کے نقشا

شب آمد و رفتم اندر غم دوست
ہم بر سر گریۂ چشم ما خوست

از خون دلم ہر مژہ پنداری ۶۱
لختے است کہ پارۂ جگر بر سر اوست

شب ہوتے ہی غم نے مجھے آکر گھیرا
تم جانو! کہ آنکھوں کی تو خو ہے رونا

سمجھو اُسے پلکوں پہ جو خونِ دل ہے ۶۱
ہر نوکِ مژہ پہ اک جگر کا ٹکڑا

گفتی کہ فلاں زیادِ ما خاموش است
از بادۂ عشق دیگرے مدہوش است

شرمت بادا! ہنوز خاکِ درِ تو ۶۲
از گرمیٔ خونِ دلِ من در جوش است

کیا کہتا ہے؟ میں یار تجھے بھول گیا
الفت میں کسی اور کی مدہوش ہوا

کچھ شرم تو کر! خاک سے تیرے در کی ۶۲
اب تک ہے مرے خون کی گرمی پیدا

آں شب کہ مرا بوصل آں مہ رنگ است
بالائے شبم کوتہ و پہنا تنگ است

واں شب کہ ترا بر من مسکیں جنگ است
شب کور و خروس گنگ و پروین لنگ است

جس شب کہ مجھے ہوتی ہے وصل جاناں کی خوشی
ہوتی ہے وہی رات نہایت چھوٹی

جو رات جدائی میں مری کٹتی ہے
ہوتی ہے وہی رات نہایت ہی بڑی

اندر ہمہ دشت خاوراں گر خاریست — آغشتہ بخون عاشق افگاریست

۶۴

ہر جا کہ پری رخے و گلرخساریست — مارا ہمہ در خوراست مشکل کاریست

کانٹا بھی ہے دشت خاوراں میں جو کوئی — آلودۂ خونِ عاشقاں ہے وہ بھی

۶۴

گلرو نظر آتے ہیں جہاں میں ہم کو — ہم سب پہ ہی مرتے ہیں مشکل ہے بڑی

اے دل غم عشق از برائے من و تست — سر بر خطِ او نہ کہ سزائے من و تست

۶۵

تو چاشنی درد نہ دانی ورنہ — یکدم غمِ دوست خونبہائے من و تست

دل! ہے غم عشق میرے اور تیرے لئے — مان اُس کا کہا۔ کہ ہم ہیں لائق اس کے

۶۵

معلوم نہیں لذت درد تجھکو۔ ورنہ — تھوڑے سے غم یار پہ۔ ہم ہوں صدقے

ناکامیم اے دوست زخود کامی تست — ویں سوختگیہائے من از خامی تست

۶۶

مگذار کہ در عشق تو رسوا گردم — رسوائی من باعث بدنامی تست

ناکام ہوں میں تیری ہی خود کامی سے — میں جلتا ہوں اے یار تری خامی سے

۶۶

ایسا نہ ہو میں عشق میں رسوا ہو جاؤں — میں ڈرتا ہوں صرف تیری بدنامی سے

یمن در وصل بستہ میدارد دوست — دل را بفراق خستہ میدارد دوست

۶۷

من بعد من و شکستگی و در دوست — چوں دوست دل شکستہ میدارد دوست

مجھ پہ در وصل بستہ رکھتا ہے دوست — دل ہجر میں خستہ رکھتا ہے دوست

۶۷

اب میں ہوں شکستگی ہے اور یار کا در — جب دوست۔ دل شکستہ رکھتا ہے دوست

عشقم۔ کہ بہر رگم۔ غمے پیوند است
دردم۔ کہ دلم بدرد حاجتمند است
۶۸
صبرم۔ کہ بکام دِ پنجہ شیرم ہست
شکرم۔ کہ مدام خورم و خورسند است

وہ عشق ہوں رگ رگ میں ہے غم جسکے بھرا
وہ درد ہوں میں۔ ہے دل کو جسکا چسکا
۶۸
وہ صبر ہوں سہتا ہوں زمانے کے الم
وہ شکر۔ کہ ہر وقت ہوں راضی برضا

ماکشتۂ عشقیم و جہاں مسلخ ماست
مابیخور و خوابیم و جہاں مطبخ ماست
۶۹
مارا نبود ہوائے فردوس ازانکہ
آں چہرۂ آتشین او۔ دوزخ ماست

ہیں کشتۂ عشق ہم ہے مقتل دنیا
مطبخ ہے جہاں۔ کہاں کا۔ کھانا پینا
۶۹
بیکار ہے جنت۔ کہ ہماری دوزخ
ہے یار کا وہ سرخ بھبو کا چہرا

دل چیست کہ گویم از برائے غم تُست
یا آنکہ حریم من سرائے غم تُست
۷۰
لطفے است کہ میکند غمت با دلِ من
ورنہ دل تنگ من چہ جائے غم تُست

دل اور ترا غم۔ کہنا یہ میرا باطل
کب ہے۔ یہ مکان۔ تیرے غم کی منزل
۷۰
احسان ہے غم کا بھی یہ دل پہ۔ ورنہ
کب ہے دل تنگ تیرے غم کے قابل

از کفر سر زلف وے۔ ایماں می ریخت
وز نوش لبش چشمۂ حیواں می ریخت
۷۱
چوں کبک خرامندہ۔ بصد رعنائی
میرفت وز سر تا قدمش جاں میریخت

اُس کُفر نما زلف سے ایماں نکلا
اور آب حیات اُس لب شیریں سے بہا
۷۱
جب کبک کی مانند چلا ناز سے وہ
معلوم ہوا جان جہاں از سر تا پا

راہیست ز کعبہ تا بمقصد پیوست | از جانب بتخانہ رہ دیگر ہست
۷۲
امّا رہ مے خانہ ز آبادانی | راہیست کہ کاسہ میر و دوست بدست

کعبے سے بھی مقصود کا اک ہے رستہ | مے خانہ کی سمت سے بھی ممکن جانا
۷۲
لیکن رہ مے خانہ ہے آباد بہت | اس راہ میں سر کے بل ہی چلنا ہوگا

عاشق نتواند نفسے بے غم زیست | بے یار و دیار اگر بود خود غم نیست
۷۳
خوش آنکہ بیک کرشمہ جاں کرد نثار | ہجران و وصال راندانست کہ چیست

بے غم نہیں رہتا عاشق اک دم زندا | بے یار و دیار وہ اگر ہو غم کیا
۷۳
اچھا ہے وہ جو ادائے جاناں پہ مرا | کیا ہجر ہے کیا وصل نہ جس نے جانا

آنی کہ ز جانم آرزوئے تو نرفت | از دل ہوس روئے نکوئے تو نرفت
۷۴
از کوئے تو۔ ہر کہ رفت دل را بگذاشت | کس با دل خویشتن ز کوئے تو نرفت

تو وہ ہے کہ جان تجھ پہ سو جاں سے فدا | ہے دل کو ہوس کہ دیکھے روئے زیبا
۷۴
دل کھو گیا جو آیا گلی میں تیری | کوچے سے ترے دل کوئی لے کر نہ گیا

یار آمد و گفت خستہ میدار دلت | دایم با مید بستہ میدار دلت
۷۵
ما را بشکستگاں نظرہا باشد | ما را خواہی شکستہ میدار دلت

یار آیا۔ کہا کہ دل کو خستہ رکھ تو | امید سے اپنے دل کو بستہ رکھ تو
۷۵
ہیں مور دلطف دل شکستہ جو ہیں | گر چاہے ہمیں تو دل شکستہ رکھ تو

با دل زغمت شکستہ داریم اے دوست — از غیر تو دیدہ بستہ داریم اے دوست

۷۶

گفتی۔ کہ بدل شکستگاں نزدیکم — ما نیز دل شکستہ داریم اے دوست

دل غم سے ہے غمگین ہمارا اے دوست — غیروں سے علاقہ بھی نہ رکھا اے دوست

۷۶

ہے قول ترا کہ عاجزوں سے ہوں قریب — کر رحم کہ ہم بہت ہیں خستہ اے دوست

راہِ تو بہر روش کہ پویند خوش است — کوئے تو بہر جہت کہ جویند خوش است

۷۷

روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکو است — ذکر تو بہر صفت کہ جویند خوش است

رہ میں تری جس طور سے دوڑیں بہتر — کوچہ ترا جس سمت بھی ڈھونڈیں بہتر

۷۷

اچھا ہے۔ وہ جسطرح بھی تجکو دیکھیں — جس رنگ میں۔ تو تجھ سے لگائیں بہتر

عشق آمد و خاکِ محنتم بر سر ریخت — زاں برق بلا بخرمنم اخگر ریخت

۷۸

خوں در دل و ریشۂ تنم سوخت چناں — کز دیدہ بجائے اشک خاکستر ریخت

الفت میں پہاڑ غم کا مجھپر ٹوٹا — اُس برق بلا نے میرا خرمن پھونکا

۷۸

دل کیسا کہ رگ رگ میں جلا خون ایسا — آنکھوں سے ہر اشک راکھ بن کر نکلا

اے دوست اے دوست اے دوست اے دوست — جورِ تو از آں کشم کہ روئے تو نکوست

۷۹

مردم گویند بہشت خواہی یا دوست — اے بیخبراں بہشت با دوست نکوست

اے یار۔ اے یار۔ اے یار۔ اے یار — سہتا ہوں جفا کہ تو ہے خوش رو و دلدار

۷۹

سب کہتے ہیں مجھ سے خلد اچھی کہ حبیب — اے بے خبرو یار بغیر جنت بے کار

پُرسید ز من کسے کہ جانانِ تو کیست
گفتم کہ فلاں کس است مقصودِ تو چیست
۸۰
بنشست بہائے ہائے بر من بگریست
کز دستِ چنیں کسے چساں خواہی زیست

پوچھا یہ کسی نے۔ کون ہے؟ یارِ ترا
نام اُسکا بتا کے میں نے مقصد پوچھا
۸۰
حالت یہ مری اُس نے کہا۔ یہ رو کر
کیونکہ ترا اُس شخص سے جینا ہوگا

عصیانِ خلائق ارچہ صحرا صحرا است
در پیشِ عنایتِ تو یک برگِ گیا است
۸۱
ہر چند گناہ ماست کشتی۔ کشتی
غم نیست کہ رحمتِ تو دریا دریا است

بندوں کے گناہ ہیں جو صحرا صحرا
تیری نظرِ لطف میں ہیں اک تنکا
۸۱
عصیاں میں ہمارے گرچہ کشتی کشتی
غم کیا۔ تری رحمت بھی ہے دریا دریا

چوں حاصلِ عمرِ تو فریبے و دمے است
ز وداد مکن گرت بہر دم ستمے است
۸۲
مغرور مشو بخود کہ اصلِ من و تو
گردے و شرارے و نسیمے و نمے است

ہے جبکہ تری عمر کا حاصل دھوکا
فریاد نہ کر۔ تجھپہ جو ہر دم ہو جفا
۸۲
مغرور نہ ہو۔ کہ اصل میری۔ تیری
ہے آتش و آب و خاک اور ہوا

از گل طبقے نہادہ کیں روئے حق است
وز مشک خطے کشیدہ کیں موئے من است
۸۳
صد نافہ بباد دادہ کیں بوئے من است
آتش بجہاں در زدہ کیں خوئے من است

پیدا کیا گل۔ کہا۔ ہے میرا چہرا
خطِ مشک سے کھینچا کہ یہ اک بال مرا
۸۳
سو نافۂ مشکیں کو کہا بُو اپنی
عالم جو جلا عشق میں۔ خو تھی گویا

دائم نہ لوائے عشرت افراشتنی است — پیوستہ نہ تخم خرمی کاشتنی است

۸۴

این داشتنیہا ہمہ بگذاشتنی است — جز روز روئے کہ نگہداشتنی است

یہ عیش کی گھڑیاں نہ رہینگی یکسر — یہ دَورِ سرور و لُطف جائے گا گذر

۸۴

ہیں قابل ترک یہ بکھیڑے سارے — بس وہ رُخ روشن ہی رہے پیشِ نظر

از بارِ گنہ شد تنِ مسکینم پست — یارب چہ شود اگر مرا گیری دست

۸۵

گر در عملم آنچہ ترا شاید نیست — اندر کرمت۔ آنچہ مرا باید ہست

ہے یہ تنِ زار بارِ عصیاں سے دبا — جب تو ہو دستگیر۔ ہو کون بھلا

۸۵

گو میرے عمل میں نہیں تیرا کچھ بھی — لیکن تری بخشش میں ہے سب کچھ میرا

ایزد کہ جہاں بقبضۂ قدرتِ اوست — داد است ترا دو چیز کاں ہر دو نکوست

۸۶

ہم سیرتِ آنکہ دوست داری ہمہ کس — ہم صورتِ آنکہ دوست دارد ہمہ کس

خالق نے کہ ہے جہاں یہ جس کا قبضا — دی ہیں تجھے دو چیزیں نہایت عمدا

۸۶

سیرت۔ کہ ہر اک کو دوست رکھتا ہے تو — صورت۔ کہ ہر ایک شخص ہے دوست ترا

شیریں دہنے کہ از لبت جاں میریخت — کفرش ز سرِ زلف پریشاں می ریخت

۸۷

گر شیخ بکفر زلف او رہ می برد — خاکِ رہِ بُت بر سرِ ایماں می ریخت

شیریں دہن ایسا کہ ہیں لب آبحیات — کفر اس کی سرِ زلف سے پھیلے دن رات

۸۷

گر زلف کا اس کی کفر پالیتا شیخ — پھر کرتا نہ جز کفر وہ ایمان کی بات

آں آتش سوزندہ کہ عشقش لقب است
در پیکرِ کفر و دیں چو سوزندہ تب است

۸۸

ایماں دگر و کیش محبت دگر است
پیغمبرِ عشق۔ نہ عجم نہ عرب است

وہ آتش سوزندہ کہ ہے عشق لقب
تپ ہے کہ جلایا کفر و ایماں بیڈھب

۸۸

ہیں طور محبت اور۔ ایماں ہے اور
پیغمبر عشق ہے عجم کا نہ عرب

در عالم اگر فلک اگر ماہ و خور است
از بادۂ ہستی تو پیمانہ خور است

۸۹

فارغ ز جہانی و جہاں غیر تو نیست
بیروں ز مکانی و مکاں از تو پُر است

عالم میں مہ و مہر و فلک نے ہے پیا
پیمانہ تری بادۂ ہستی کا۔ خدا

۸۹

فارغ ہے جہاں سے اور جہاں غیر نہیں
باہر ہے مکاں سے تو۔ مکاں تجھ سے بھرا

نردے است جہاں کہ بُردنش باختن است
نرّادی او ز نقش کم ساختن است

۹۰

دنیا بمثالِ کعبتین نرد است
برداشتنش برائے انداختن است

وہ نرد ہے دنیا کہ جو جیتا۔ ہارا
جس نے کیا نقش کم۔ وہ ماہر ہے بڑا

۹۰

ہے نرد کی کعبتین۔ دنیا۔ گویا
ہے پھینکنے کے لئے اٹھانا اُس کا

دردا کہ دریں سوز و گدازم کس نیست
ہمراہ دریں راہِ درازم کس نیست

در قعر دلم جواہر راز بسے است
امّا چہ کنم محرم رازم کس نیست

ہے حالتِ سوز میں۔ نہ ہمراز کوئی
ہے راہ دراز میں۔ نہ کوئی ساتھی

پہنائی قلب میں جواہر ہیں بھرے
ہمدم نہیں کوئی۔ کس سے کہیئے۔ دل کی

ہاں تا تو نہ بندی بہراعاتش پشت کو باگل نرم پرورد خارہ ورشت

۹۲

ہاں تا نشوی غرہ بدریائے کرم کو بر لب بحر تشنہ بسیار بکشت

تو اُس کے کرم پہ ہرگز اتنا تو نہ پھول ہیں خار بھی ۔ لیکن ہیں جہاں بنے ہیں پھول

۹۲

دریائے کرم پہ کر ۔ نہ غرہ ۔ ہرگز پیاسا بھی وہ مارتا ہے دریا پہ ۔ نہ بھول

اے خالق خلق رہنمائے بفرست وے رازق رزق درکشائے بفرست

۹۳

کارِ من بیچارہ گرہ در گرہ است رحمے بکن و گرہ کشائے بفرست

اے خالق خلق ۔ رہنما بھیج کوئی اے رازق رزق ۔ درکشا بھیج کوئی

۹۳

کر رحم ۔ کہ مشکل ہوئے ہیں کام مرے کام آئے مرے ۔ مردِ خدا بھیج کوئی

دنیا بجوے نہ فاندا روے اے دوست ہر لحظہ ہزار مغز سرگشتہ اوست

۹۴

می داں کہ خدائے دشمنش می دارد گر دشمن حق نئی چرا داری دوست

دنیا میں نہیں ہے ایک تل بھر بھی وفا ہیں ایسے ہزاروں جن سے کی اس نے دغا

۹۴

یہ جان لے مبغوضہ حق ہے ۔ دنیا دنیا سے لگاتا نہیں دل ۔ مردِ خدا

گردوں کمرے زعمر فرسودہ ماست دریا اثرے زاشک آلودہ ماست

۹۵

دوزخ شررے زرنج بیہودہ ماست فردوس دمے زوقت آسودہ ماست

گردوں کا ہے خم ہماری پیری کی کمر اشکوں کی نمی کا گویا دریا ہے اثر

۹۵

دوزخ ہے شرر ہمارے رنج و غم کا جنت ہے ۔ وہ آرام ۔ جو پایا دم بھر

وی گیسوئے عنبرین عنبر سایت
ازطرف بناگوش سمن سیمایت
۹۶
اُفتادہ بپائے تو بزاری میگفت
سر تا پایم فدائے سر تا پایت

کل زلف معنبر نے مرے ماہ لقا
چھو کر تری نرم یاسمینی گُدیا
قدموں پہ ترے گر کے بصد عجز کہا ۹۶
سر تا بقدم تیرے سراپا پہ فدا

از کار کسے قرار می باید۔ ہست
ویں یار کہ در کنار می باید ہست
۹۷
ہجرے کہ بہیچ کار می باید۔ ہست
وصلے کہ چو جاں بکار می باید ہست

اغیار کے کاموں سے ہے مجکو فرصت
آغوش میں ہے مری۔ مرا مہ طلعت
کیا کام مجھے ہجر سے؟ بے کار ہے وہ ۹۷
ہے وصل سے حاصل مجھے ہر دم فرحت

گبریست دریں وہم کہ پنہانی نیست
بر داشتن سرم بآسانی نیست
۹۸
ایمانش ہزار دفعہ تلقیں کردم
ایں کافر را سر مسلمانی نیست

ہے قوت واہمہ میں کافر ظاہر
ہم رفع خیال سے ہیں اُس کے قاصر
ایمان کی ہزار ہیں نے تلقیں اُسے کی ۹۸
ایماں نہیں لاتا وہ خودی کا۔ کافر

آں روز کہ آتش محبت افروخت
عاشق روش عشق ز معشوق آموخت
۹۹
از جانب دوست سر زد ایں سوز و گداز
تا در نگرفت شمع پروانہ نسوخت

جب شعلۂ عشق اوّل اوّل بھڑکا
معشوق سے عاشق نے تعشق سیکھا
ظاہر ہوا معشوق ہی سے سوز و گداز ۹۹
جبتک نہ جلی شمع۔ نہ پروانہ جلا

می رفتم و خونِ دل براہم میریخت
دوزخ دوزخ شرر ز آہم میریخت
۱۰۰
می آمدم از شوق بر گلشن کون
دامن دامن گل از کنارم میریخت

بہتا تھا لہو دل کا - جو رہ میں نے چلی
دوزخ ہوئی ہر آہ جو لب پر آئی
۱۰۰
میں گلشنِ دنیا میں بصد شوق آیا
گل گرتے تھے جھولی سے بکثرت میری

از بادِ صبا دلم چو بوئے تو گرفت
بگذاشت مرا و جستجوئے تو گرفت
۱۰۱
اکنوں ز منش ہیچ نہ می آید یاد
بوئے تو گرفتہ بو و خوئے تو گرفت

بُو - بادِ صبا سے تری - جس دم پائی
دل نے مجھے چھوڑا جستجو تیری کی
۱۰۱
اب یاد بھی میری - نہیں آتی اُس کو
حاصل ہوئی - بُو تیری - تو خو بھی تیری

ہر چند آدمی ملک سیرت و خوست
بدگرنبود بدشمن خود نیکو است
۱۰۲
دیوانۂ دل نیست کیں عادت اوست
کو دشمن جانِ خویش میدارد دوست

انساں ہے ملک سیرت و خصلت تاہم
اچھا تو جبھی ہے کرے دشمن پہ کرم
۱۰۲
میرے دلِ دیوانہ کو دیکھے کوئی
یہ دشمن جاں پر اپنے دیتا ہے دم

دل طفلک خاک بیز غربال بدست
میزد بدو دست و روئے خود را میخست
۱۰۳
می گفت بہائے ہائے افسوس و دریغ
ریگے بہ نیافتم و غربال شکست

لڑکے کی طرح دل بھی ہے غربال بدست
غربال سے مار - چہرہ زخمی کیا سخت
۱۰۳
کہتا تھا کہ ہائے ہائے افسوس و دریغ
ہاتھ آیا نہ ریگ اور ہوئی غربال شکست

اندر ہمہ دشت خاوراں سنگے نیست
کش با من و روزگار من جنگے نیست

بالطف و نوازش و صال تو مرا ۱۰۴
در داون صد ہزار جاں ننگے نیست

پتھر بھی ہے دشت خاوراں میں جو کوئی
ہے مجھ سے خلاف اور زمانے سے بھی

حاصل ہو۔ جو لطف وصل پھر ننگ نہیں ۱۰۴
قربان ہوں اگر ہزار جانیں میری

سرتاسر دشت خاوراں سنگے نیست
کز خون دل و دیدہ بر و رنگے نیست

در ہیچ زمین و ہیچ فرسنگے نیست ۱۰۵
کز دست غمت نشستہ دلتنگے نیست

جتنے بھی ہیں دشت خاوراں میں پتھر
ہیں خون دل و دیدہ سے رنگیں اکثر

ہے کوئی زمین ایسی نہ ایسا فرسنگ ۱۰۵
بیٹھا ہو نہ غمدیدۂ اُلفت جسپر

تیرے ز کمانخانۂ ابروئے تو جست
دل برتوے وصل راخیالے می لبست

خوش خوش ز دلم گذشت و میگفت بناز ۱۰۶
با پہلوئے چوں توئی نخواہیم نشست

ابرو سے کماندار اترے تیر چلا
دل کو ترے وصل کا تصور تھا بندھا

کس ناز سے بولا یار دل کے ہو کر ۱۰۶
بیٹھوں گا نہ پہلو میں جو ہو تجھ جیسا

صد شکر کہ گلشن شفا گشت تنت
صحت گل عیش ریخت در پیرہنت

تپ را بغلط در تنت افتاد گذار ۱۰۷
ہمت کہ عرق شدہ چکید از بدنت

صد شکر کہ گلشن شفا جسم ہوا
صحت نے گل عیش پیرہن میں ڈالا

تپ نے غلطی کی ترے تن میں آئی ۱۰۷
پھر بن کے پسینہ اُسے جانا ہی پڑا

پیہ در گاو است و گاؤ در کہسار است — ماہی ہمہ ریشمی بدریا بار است

۱۰۸

بُز در کوہ است و یوز در بلغار — زہ کردن این کمان بسے دشوار است

کہسار میں گائے۔ گائے میں ہے چربی — جا کر رہی دریا میں ہر ریشم ماہی

۱۰۸

بلغار میں چیتا ہے تو بُز کوہ میں ہے — زہ کرنے میں اس کمان کے ہے دشواری

آں یار کہ عہد دوستداری بشکست — میرفت و منش گرفتہ دامن در دست

۱۰۹

میگفت کہ باز ازاں بخوابم بینی — پنداشت کہ بعد ازاں مرا خوابے ہست

وہ یار کہ جسنے عہد یاری توڑا — جانے کو ہوا تو میں نے دامن تھاما

۱۰۹

بولا کہ ملینگے تجھ سے اب خواب میں ہم — کیا خوب۔ بغیر اس کے مجھے خواب آیا

مجنونِ تو کوہ راز صحرا نشناخت — دیوانۂ عشق تو سر از پا نشناخت

۱۱۰

ہر کس بہ تو رہ یافت ز خود گم گردید — آنکس کہ ترا شناخت خود را نشناخت

مجنوں ترا سمجھا ایک کوہ و صحرا — دیوانۂ عشق کو ہیں یکساں سر و پا

۱۱۰

خود گم ہوا۔ جسنے کہ تری راہ چلی — اپنے کو نہ جانا جسنے تجکو جانا

گر کارِ تو نیکوست بہ تدبیرِ تو نیست — ور نیز بد است ہم ز تقصیرِ تو نیست

۱۱۱

تسلیم و رضا پیشہ کن و شاد بزی — چوں نیک و بد جہاں بہ تقدیرِ تو نیست

تدبیر نہیں تیری جو ہے کام اچھا — تقصیر نہیں تیری اگر ہے وہ بُرا

۱۱۱

راضی برضا رہ کے جہاں میں خوش جی — تقدیر سے تیری نہ بُرا کچھ نہ بھلا

غازی کہ پئے شہادت اندر تگ پوست
فردائے قیامت او بدیں کے ماند
غافل کہ شہید عشق فاضل تر ازوست
آں کشتہ دشمن است واین کشتہ دوست ۱۱۲

غازی کو ہے جستجو شہادت کی مگر
غافل ہے کہ ہے شہید عشق فاضل تر
وہ حشر میں کب اُس کے برابر ہوگا
وہ کشتۂ دشمن ۔ یہ شہید دلبر ۱۱۲

اے در تو عیاں نہاں و نہاں ہا ہمہ ہیچ
پندار یقیں ہا و گماں ہا ہمہ ہیچ
از ذاتِ تو مطلقاً نشاں نتوں داد
کانجا کہ توئی بود نشاں ہا ہمہ ہیچ ۱۱۳

نزدیک ترے ہیچ ہیں باطن ظاہر
ہے ہیچ گماں ۔ اور یقیں بھی خاسر
ممکن نہیں ذات کا نشاں دے کوئی
جس جا کہ ہے تو وہاں نشاں ہیں قاصر ۱۱۳

اے بارخت انوار مہ و خور ہمہ ہیچ
بالعل تو سلسبیل و کوثر ہمہ ہیچ
بودم ہمہ ہیں ۔ چو تیز بیں شد چشم
دیدم کہ ہمہ توئی و دیگر ہمہ ہیچ ۱۱۴

آگے ترے چہرے کے ہیں کیا شمس و قمر
بڑھ کر لب لعلیں سے نہ سلسبیل و کوثر
تھا ہیں ہمہ بیں ۔ پھر جو نظر تیز ہوئی
دیکھا ہمہ اوست ۔ ہیچ باقی یکسر ۱۱۴

رخسارہ من تازہ گل گلشن روح
نازک بود آں قدر کہ ہر شام و صبوح
نزدیک بدیدہ گر خیالش گذرد
از سایۂ خار دیدہ گردد مجروح ۱۱۵

رخسار مرا تازہ گل گلشن روح
نازک ہے کچھ اتنا کہ اگر شام و صبوح
آنکھوں میں تصور بھی کسی وقت جو آئے
سایہ سے بھی ہو خار مژہ کے مجروح ۱۱۵

در وصل ز اندیشۂ دوری فریاد — در ہجر ز درد ناصبوری فریاد

۱۱۶

افسوس ز محرومی دوری افسوس — فریاد ز دردِ ناصبوری فریاد

ہے وصل میں اندیشۂ دوری کا الم — اور ہجر میں درد ناصبوری کا غم

۱۱۶

محرومی دیدار ہے۔ افسوس۔ جدا — اور کرتا ہے درد ناصبوری بیدم

دل از نظر تو جاودانی گردد — غم با الم تو شادمانی گردد

۱۱۷

گر باد بدوزخ برد از کوئے تو خاک — آتش ہمہ آب زندگانی گردد

دل دید سے عمر جاودانی پائے — غم بھی ترے غم سے شادمانی پائے

۱۱۷

دوزخ میں ہوا اڑا لے ترے کوچہ کی خاک — تو آگ بھی آب زندگانی پائے

طالع سر عافیت فروشی دارد — ہمت ہوس پلاس پوشی دارد

۱۱۸

اینجا کہ بیک سوال بخشند دو کون — استغنایم سر خموشی دارد

طالع میں ہے اظہار عافیت کا میری — ہمت کو ہوس کروں فقط درویشی

۱۱۸

یہ ہے وہ مقام ہوں عطا ہر دو جہاں — استغنائی کی شان ہے نہ مانگو کچھ بھی

ایں گیدی گبر از کجا پیدا شد — ایں صورت قبر از کجا پیدا شد

۱۱۹

خورشید مرا ز چشم من پنہاں کرد — ایں لکہ ابر از کجا پیدا شد

پیدا یہ کہاں سے ہوا نالائق گبر — نکلی یہ کہاں سے ہے بھلا صورت قبر

۱۱۹

خورشید کو میرے اس نے پوشیدہ کیا — ظاہر ہوا کس سمت سے یہ لکہ ابر

آں دشمن دوست بود۔ دیدی کہ چہ کرد ۱۲۰ تا اینکہ بغور او رسیدی کہ چہ کرد
می گفت ہماں کنم کہ خواہد دلِ تو دیدی کہ چہ میگفت و شنیدی کہ چہ کرد

وہ دشمن دوست تھا۔ کیا کیا دیکھا مطلب بھی نہ تو سمجھا تھا۔ کیا اُس نے کیا
کہتا تھا وہی کروں گا جو ہو مرضی ۱۲۰ کیا قول تھا۔ دیکھا؟ کیا کیا؟ تو نے سُنا؟

زاں خوبتری کہ کس خیالِ تو کند یا ہیچو منی فکرِ حالِ تو کند
شاید کہ بآفرینش خود نازد ۱۲۱ ایزد کہ تماشائے جمالِ تو کند

لوگوں کے خیال سے بھی تو ہے اچھا اُس فکر سے برتر۔ جو کرے مجھ جیسا
زیبا ہے کہ خالق تجھے پیدا کر کے ۱۲۱ خود ناز کرے۔ حسن جو دیکھے تیرا

عاشق کہ تواضع ننماید چہ کند شبہا کہ بکوئے تو نیاید چہ کند
گر بوسہ دہد زلف ترا۔ رنجہ مشو ۱۲۲ دیوانہ کہ زنجیر نخاید۔ چہ کند

ہے عجز فقط کام ترے عاشق کا یا شب کو تری گلی کا آنا جانا
ہرگز نہ بگڑ بوسہ جو وہ زلف کا لے ۱۲۲ زنجیر نہ جو چبائے دیوانہ کیا؟

مردانِ خدا ز خاکدانِ دگراند مرغانِ ہوا ز آشیانِ دگراند
منگر تو ازیں چشم بدیشاں کایشاں ۱۲۳ فارغ ز دو کون و در مکانِ دگراند

ہیں اور ہی مٹی سے یہ مردانِ خدا ہیں اور ہی آشیاں کے مرغانِ ہوا
تو ان کو نہ دیکھ چشم ظاہر بیں سے ۱۲۳ فارغ دو جہاں سے ہے مکان اور اُن کا

زاں پیش کہ طاقِ چرخِ اعلیٰ زدہ اند
ویں بارگہِ سپہر مینا زدہ اند
۱۲۴
ما در عدم آبادِ ازل خوش خفتہ
بے ما رقمِ عشقِ تو برما زدہ اند

جس دم کہ نہ تھا چرخ بلند و اعلیٰ
موجود نہ تھا جب یہ سپہرِ مینا
۱۲۴
تھے چین سے سوتے عدم آباد میں ہم
ہم خود نہ تھے۔ تھا عشق مقدر تیرا

اے باد بخاکِ مصطفایت سوگند
باراں بہ علی مرتضایت سوگند
۱۲۵
افتادہ بگریہ خلق بس کن بس کن
دریا بہ شہید کربلایت سوگند

خاکِ درِ مصطفےٰ کی اے ہوا تجکو قسم
ہے تجکو علی کی قسم اے مینہ اب تھم
۱۲۵
مخلوقِ خدا ہے نالاں بس کر بس کر
دریا! اپنے شبیر ذرا تو لے دم

اوّل آنکہ دلم عشق نگارم بربود
ہمسایۂ من ز نالۂ من نہ غنود
۱۲۶
اکنوں کم شد چو نالہ در دم بفزود
آتش چو ہمہ گرفت کم گردد دود

جب دل مرا دلبر نے چرایا پہلے
سویا مرا ہمسایہ نہ نالوں سے مرے
۱۲۶
اب کم ہوئے نالے تو بڑھا درد دلی
کم ہوگا دھواں آگ جو پوری بھڑکے

اوّل رُخِ خود بما نبایست نمود
تا آتشِ ما جائے وگر گردد دود
۱۲۷
اکنوں کہ نمودی و ربودی دلِ ما
ناچار ترا دلبرِ ما باید بود

شکل اپنی تمھیں ہم کو دکھانی ہی نہ تھی
لو لگتی کہیں اور ہمارے دل کی
۱۲۷
دل لیجئے جب جلوہ دکھا کہ ہم کو
دلبر نہیں ہو سکتا ہے اب اور کوئی

هرگز دلم از یاد تو غافل نشود　　گر جان برود مهر تو از دل نرود
۱۲۸
افتاده ز روئے تو در آئینۂ دل　　عکسے کہ بہیچ وجہ زائل نشود

ہرگز نہیں دل یاد سے تیری غافل　　مرجاؤں گا اور یاد کریگا تجھے دل
۱۲۸
آئینۂ دل میں ترے رخ کا۔ مہرو　　وہ عکس پڑا ہے کہ نہ ہوگا زائل

پیریم ولے عشق چو دمساز آید　　ہنگامِ نشاط و طرب و ناز آید
۱۲۹
از زلفِ رسائے او کمندے فگنیم　　بر گردنِ عمر رفتہ تا باز آید

ہوں پیر۔ مگر عشق جو دمساز ہوا　　وقتِ طرب و نشاط گویا۔ آیا
۱۲۹
اُس زلف رسا کی ڈالیں گردن میں کمند　　تا کہ پلٹ آئے عمر کا گذشتہ حصہ

در باغ روم کوئے توام یاد آید　　بر گُل نگرم روئے توام یاد آید
۱۳۰
در سایۂ سرو اگر دمے بنشینیم　　سرِ قدِ دلجوئے توام یاد آید

گلشن میں مجھے تیری گلی یاد آئے　　گُل دیکھ کے شکل چاند سی یاد آئے
۱۳۰
بیٹھوں جو کبھی سرو کے سایہ میں ذرا　　قد تیرا مجھے سروِ سہی یاد آئے

من صرفہ برم کہ بر صفم اعدا زد　　مشتے خاشاک لطمہ بر دریا زد
۱۳۱
ما تیغ برہنہ ایم در دستِ قضا　　شد کشتہ ہر آنکہ خویش را بر ما زد

نقصان نہ ہوا۔ جو مجھپر اعدا ٹوٹے　　بہہ جائیں۔ جو دریا کو دیں تھپیڑا تنکے
۱۳۱
میں دستِ قضا میں ہوں برہنہ تلوار　　خود کشتہ ہو جو میرے مقابل آئے

دلبر دل خستہ رائگاں می خواہد بفر ستم گر دلش چناں می خواہد
۱۳۲
وانگہ بنظارہ دیدہ بر رہ بنہم تا مژدہ کہ آورد کہ جاں می خواہد

دل چاہتا ہے مفت ہمارا - دلبر بھیجو لگائے سے دل یہی خواہش ہے اگر
۱۳۲
آنکھوں کو بچھا دونگا پھر اُسکی رہ میں جو جاں طلبی کا آئے مژدہ لے کر

اے خواجہ ز فکرِ گور غم می باید اندر دل و دیدہ سوز و غم می باید
۱۳۳
صد وقت برائے کارِ دنیا داری یک وقت بفکرِ گور ہم می باید

اے خواجہ غم قبر کی ہے - فکر اچھی دل میں ہو اگر سوز تو آنکھوں میں تری
۱۳۳
سو وقت ہیں وقف کار دنیا کے لیئے کر فکر غم قبر بھی تو ایک گھڑی

حوراں بنظارہ نگارم صف زد رضواں ز تعجب کف خود بر کف زد
۱۳۴
آں خالِ سیہ برآں رخان مطرف زد ابدال ز بیم چنگ در مصحف زد

صف بستہ ہیں حوریں پئے نظارہ یار رضواں بھی ہے ششدر وہ ہے میرا دلدار
۱۳۴
وہ خالِ سیہ دیکھ کے اُسکے رُخ پر ابدال نے قرآن کو گلے کا کیا ہار

جائیکہ تو باشی اثرِ غم نبود آنجا کہ نباشی دل خورم نبود
۱۳۵
آں را کہ ز فرقتِ تو یک دم نبود شادیش ز زمین آسماں کم نبود

ہو جس جگہ تو - وہاں کھٹکتا نہیں غم جس جا نہو - تو - دل نہیں ہوتا خرم
۱۳۵
بچھڑ جس سے نہ تو جدا نہ ہو دم بھر بھی ہو ہر دو جہاں میں نہ خوشی اُسکی کم

انواعِ عطا گرچہ خدا می بخشد
ہر اسم عطیۂ جدا می بخشد
در ہر آنے حقیقت عالم را
۱۳۶
یک اسم فنا یکے بقا می بخشد

ہر قسم کی کرتا ہے عطا گرچہ خدا
مُعطی ہے مگر جُدا ہر اک اسم اُس کا
عالم کی حقیقت کو ہر اک دم۔ ہر آن
۱۳۶
ایک اسم فنا دیتا ہے ایک اسم بقا

یارم ہمہ نیش بر سرِ نیش زند
گویم کہ مزن ستیزہ را بیش زند
چوں در دلِ من مقام دارد شب و روز
۱۳۷
می ترسم ازاں کہ نیش بر خویش زند

جب پڑے ہے یہ پڑے کے مجکو دیتا ہے یار
روکوں تو وہ پھر کرتا ہے تیزی ہر بار
رہتا ہے شب و روز وہی اس دل میں
۱۳۷
چل جائے خود اُسپر ہی نہ اُسکا کوئی وار

ہر چند کہ جاں عارف آگاہ بود
کے در حرمِ قدس تواش راہ بود
دستِ ہمہ اہلِ کشف و اربابِ شہود
۱۳۸
از دامنِ ادراکِ تو کوتاہ بود

ہر چند کہ عارف نے تجھے پہچانا
مشکل حرم قدس میں ہے رہ پانا
اربابِ شہود و کشف نے بھی آخر
۱۳۸
جانا تو یہ جانا کہ نہ تجکو جانا

دل خستہ و سینہ چاک می باید شد
وز ہستیٔ خویش پاک می باید شد
آں بہ کہ بخود پاک شویم اوّل کار
۱۳۹
چوں آخر کار خاک می باید شد

دل خستہ و سینہ چاک رہنا اچھا
لازم ہے خودی کا بھی مٹانا جھگڑا
بہتر ہے کہ ہو تو اقبل آن تم تو خود پاک ہو جائیں
۱۳۹
آخر میں ہے جب خاک ہی ہونا ہم کو

عاشق چو شوی تیغ بسر باید خورد　　زہرے کہ رسد ہمچو شکر باید خورد
١٤٠
ہر چند ترا بر جگر آبے نہ بود　　دریا دریا خونِ جگر باید خورد

عاشق کو ہے زیبا کہ وہ بسمل ہی رہے　　گر زہر ملے تو اس کو شکر سمجھے
١٤٠
ہر چند جگر میں نہ رہے تیرے تری　　پینا ہے تجھے خونِ جگر کثرت سے

نقاش اگر ز موئے پرکار کند　　نقشِ دہنِ تنگِ تو دشوار کند
١٤١
آن تنگی و نازکی کہ دارد دہنت　　ترسم کہ نفس لبِ تو انکار کند

نقاش اگر بال کا پرکار بنائے　　نقشِ دہنِ تنگ ہے دشوار کہ آئے
١٤١
منہ تیرا ہے تنگ و نازک اتنا اے شوخ　　ڈرتا ہوں کہ لب تک کہیں دم ڈر سے نہ جائے

بر کوئے تو ہر کرا سر و کار افتد　　از سجدۂ دیر و کعبہ بیزار افتد
١٤٢
گر زلفِ تو در کعبہ فشاند دامن　　اسلام بدست و پائے زنار افتد

کوچے سے ترے جس کو سروکار ہوا　　وہ دیر و حرم کو نہیں کرتا سجدہ
١٤٢
تو زلف کو کعبہ میں جو جا کر جھٹکے　　اسلام بھی زنار سے جوڑے رشتہ

آں را کہ حدیثِ عشق در دل گردد　　باید کہ ز تیغِ عشق بسمل گردد
١٤٣ ب
از خاک طپاں طپاں رخ آغشتہ بخوں　　برخیزد و گرد سرِ قاتل گردد

باتوں سے تعشق کی بھرا ہو جو دل　　شمشیرِ محبت سے وہ ہو کر گھائل
١٤٣
مٹی میں تڑپتا ہوا آلودہ بخوں　　ہو جائے بصد شوق فدائے قاتل

درویشاں ندہر چہ ہست الیشانند　　در صفۂ یار در صفِ پیشانند

خواہی کہ مس وجود زر گردانی　۱۴۴　با الیشاں باش کیمیا الیشانند

سرمایۂ عالم ہیں خدا کے بندے　　ہیں یار کے دربار میں سب سے آگے

تو چاہے مس وجود تیرا زر ہو　۱۴۴　یہ لوگ ہیں کیمیا۔ ملا کر ان سے

زاں نالہ کہ در بستر غم دوشم بود　　غمہائے جہاں جملہ فراموشم بود

یاراں ہمہ درد من شنیدند ولے　۱۴۵　یارے کہ در دکرد اثر گوشم بود

کل بسترِ غم پہ میں نے جو نالہ کیا　　غم جتنے بھی تھے جہاں کے سب کو بھولا

احباب نے بھی درد کی حالت دیکھی　۱۴۵　تھا کان مرا دوست اثر جس پہ ہوا

آورد صبا گلے ز گلزار امید　　یا روح قدس شہپرے افگند سفید

یا کرد صبا شق ورقے از خورشید　۱۴۶　یا نامۂ یار راست کہ آورد نوید

گل گلشن امید کا یا لائی صبا　　جبریل نے یا سفید شہپر پھینکا

خورشید کا یا پھاڑ افضا نے ہے ورق　۱۴۶　یا نامۂ یار ہے جو لایا مژدہ

دی وقت سماع بوئے دلدار برد　　ما را بسرا پردۂ اسرار برد

ایں زمزمہ مرکب مرروح تراست　۱۴۷　بر دارد و خوش بعالم یار برد

کل وقت سماع آئی بوئے دلدار　　مجھ پر ہوئے اسرار الٰہی اظہار

یہ زمزمہ ہے روح کا تیری مرکب　۱۴۷　لیجاتا ہے جو تجکو اڑا کر موسے یار

اے رہ ز حسد زپیش بیروں نشود
خود بیناں را معرفت افزوں نشود
۱۴۸
آں فقر کہ مصطفٰےؐ بر آں فخر آورد
آنجا نرسی تا جگرت خوں نشود

جب تک کہ رہِ حسد رہے پیش نظر
خود بیں کو ملے معرفت حق کیونکر
۱۴۸
جس فقر پہ فخر مصطفٰےؐ نے ہے کیا
ملتا نہیں جب تک نہ بہے خونِ جگر

دل صافی کن کہ حق بدل می نگرد
دلہائے پراگندہ بیک جو نخرد
۱۴۹
اے ہر کہ کند صاف دل از بہر خدا
گوئے ز ہمہ مردم عالم ببرد

دل دیکھتا ہے خدا اصفائی کرلے
جو دل ہیں پریشان نہیں کوڑی کے
۱۴۹
جو تصفیۂ قلب کرے بہرِ خدا
دنیا میں وہی لیگیا سبقت سب سے

در سلسلۂ عشق تو جاں خواہم داد
در عشق تو ترک خانماں خواہم داد
۱۵۰
روزے کہ ترا ببینم اے عمر عزیز
آں روز یقیں بداں کہ جاں خواہم داد

میں سلسلۂ عشق میں مرجاؤنگا
برباد کروں گا خانماں بھی اپنا
۱۵۰
جس روز مری جاں تجھے دیکھونگا
یہ جان لے ہو جاؤنگا سو جاں سے فدا

رفتم بہ کلیسائے ترسا و یہود
ترسا و یہود جملگی رو بتو بود
۱۵۱
بر یادِ وصالِ تو بہ بت خانہ شدم
تسبیح بتاں زمزمۂ عشق تو بود

ترسا و یہود کے کلیسا میں گیا
منہ سب کے تری طرف تھے میں نے دیکھا
۱۵۱
پھر یادِ وصال میں گیا جو بت خانے کو
تسبیح بتوں کی تھی ترانہ تیرا

گر عشق دل مرا خریدار افتد
کارے بکنم کہ پردہ از کار افتد
۱۵۲
سجادۂ پرہیز چناں افشانم
کز ہر تارے ہزار زنّار افتد

گر عشق مرے دل کا خریدار بنے
وہ کام کروں کہ راز ہوں افشا سارے
۱۵۲
تقوے کو مصلّے کے میں ایسا پٹکوں
زنار ہر اک تار سے جس کے نکلے

آں رشتہ کہ بر لعل لبت سودہ شود
وز نوشِ دہانِ تنگ آلودہ شود
۱۵۳
خواہم کہ بدیں سینۂ چاکم دوزی
شاید کہ ز غمہائے تو آسودہ شود

تیرے لب لعلیں سے جو رشتہ ہو گھِسا
نوشِ دہنِ تنگ سے ہو آلودہ
۱۵۳
اس رشتہ سے تو چاک مرے سینہ کی سی
اس رشتے سے شاید گھٹے کچھ غم میرا

گر عدل کنی ہمہ جہانت خوانند
ور ظلم کنی سگِ عوانت خوانند
۱۵۴
چشمِ خردت باز کن و نیک ببیں
تا زیں دو کدام بہ کہ آنت خوانند

گر عدل کرے خیر جہاں تجکو کہیں
گر ظلم کرے تو فوجی کتّا سمجھیں
۱۵۴
لے کام ذرا عقل سے تو۔ غور تو کر
ان دونوں میں کون لقب تجکو دیں

آنہا کہ ز معبود خبر یافتہ اند
از جملہ کائنات سر تافتہ اند
۱۵۵
در یوزہ ہمی کنند مرداں ز نظر
مرداں ہمہ از قرب نظر یافتہ اند

معبود حقیقی کو جنھوں نے پایا
عالم سے انھوں نے منہ کو اپنے موڑا
۱۵۵
طالب ہیں مشاہدے کے مردانِ خدا
سب کچھ انھیں اس قرب نظر سے ہی ملا

از درگہ نقش کوہ و ہاموں بستند
ترکیب سہی قدانِ موزوں بستند

۱۵۶

پا بستہ بزنجیر جنوں من بودم
مردم سخنے بپائے مجنوں بستند

ہیں عکس تجلی سے یہ کوہ و صحرا
قدِ سہی معشوقوں کا اس سے ہی بنا

۱۵۶

پا بستہ زنجیر جنوں تو میں تھا
اور قیس سے منسوب اسے لوگوں نے کیا

تا مرد بہ تیغ عشق بے سر نشود
اندر رہِ عشق و عاشقی سر نشود

۱۵۷

ہم یار طلب کنی و ہم سر خواہی
آرے خواہی ولے میسّر نشود

شمشیر محبت سے نہو۔ جو۔ بے سر
معشوقی و عاشقی کا میدان نہو سر

۱۵۷

سر بھی رہے اور یار بھی آغوش میں آئے
بے سر، یہی خواہش ہو میسّر کیونکر

صوفی بسماع سر ازاں افشاند
تا آتش خویشتن دمے بنشاند

۱۵۸

عاقل داند کہ دایہ گہوارۂ طفل
از بہر سکونِ طفل می جنباند

یوں جھومتا ہے سماع سُنکر صوفی
تاکہ ہو ذرا آتشِ اُلفت ٹھنڈی

۱۵۸

عاقل پہ یہ روشن ہے کہ تسکیں کے لئے
لڑکے کو جھلاتی ہے کھلائی اُس کی

گفتی کہ شب آیم ارچہ بیگاہ شود
شاید کہ زبانِ خلق کوتاہ شود

برخفتہ کجا نہاں توانی کردن
کز بوئے خوشِ تو مُردہ آگاہ شود

تم کہتے ہو میں رات گئے۔ آؤں گا
سو جائینگے سب تو پھر نہ ہوگا چرچا

خوشبو سے تمھاری جب ہوں مُردے آگاہ
سوتے ہوئے پہچان نہ لینگے تمھیں کیا؟

بخشائے بر آنکہ خبر از یارش نبود — جز خوردنِ اندوہ تو کارش نبود

۱۶۰

در عشق بالیقیں نباشد کہ دمے — ہم با تو و ہم بے تو قرارش نبود

جس کو ہو شب و روز فقط تیرا ہی غم — جس کا نہ کوئی یار۔ ہو کہ اُسپہ کرم

۱۶۰

بے بہرہ ہے عشق سے یقیناً وہ شخص — جس کو نہ قرار ہو بہر حال اک دم

گویند کہ محتسب گمانے نبرد — ایں پردۂ تو پیشِ جہانے ندرد

۱۶۱

گویم کہ ازیں شراب اگر محتسب است — دریا بہ قطرۂ۔ بجانے نخرد

سب کہتے ہیں محتسب نے گر جان لیا — ہو جائیگا فاش راز مے نوشی کا

۱۶۱

میں کہتا ہوں۔ اس مَے کی حقیقت پا کر — حاصل وہ کریگا۔ جان دے کر قطرا

شب خیز کہ عاشقاں بشب راز کنند — گردِ در و بامِ دوست پرواز کنند

۱۶۲

ہر جا کہ درے بود بشب بر بندند — اِلّا درِ دوست را کہ شب باز کنند

بیدار ہو۔ وقت رازِ عشاق ہے شب — گردِ در و بامِ یار۔ اُڑتے ہیں سب

۱۶۲

سب کرتے ہیں بند۔ شب میں دروازوں کو — لیکن درِ یار۔ بند کرتے ہیں کب

از شبنمِ عشق خاکِ آدم گِل شد — شورے برخاست قدِ او حاصل شد

۱۶۳

سر نشترِ عشق بر رگِ روح رسید — یک قطرۂ خوں چکید و نامش دل شد

گوندھا گیا عشق سے خمیر آدم ع کا — قد ہو گیا جوش جس دم اُس میں آیا

۱۶۳

جب روح کی رگ میں نشترِ عشق لگا — وہ دل ہوا جو اُس سے کہ قطرہ ٹپکا

در عشق تو گاہ بت پرستم گویند
گہ رند و خراباتی و مستم گویند
۱۶۴
اینہا ہمہ از بہر شکستم گویند
من شاد بآنکہ ہرچہ ہستم گویند

سب کہتے ہیں بت پرست الفت میں تری
یا رند خراباتی کبھی۔ مست کبھی
۱۶۴
سب کچھ ہے یہ اسلیئے کہ ہو مجکو شکست
میں جیسا ہوں کہتے ہیں خوشی ہے اسکی

نے دیدہ بود کہ جستجوئش نکنند
نے کام و زباں کہ گفتگوئش نکنند
۱۶۵
ہر دل کہ درو بوئے وفائے نکنند
گر پیش سگ افگنند بوئش نکنند

وہ آنکھ نہیں جسے نہ جستجو ہو اس کی
بیکار زباں نہ جسپہ گفتگو ہے اس کی
۱۶۵
وہ دل کہ نہ ہو بوئے وفا کچھ اس میں
کتے کو بھی مرغوب نہ بو ہو اس کی

آساں گل باغ مدعا نتواں چید
بے سرزنش خار جفا نتواں چید
۱۶۶
بشگفتہ گل مراد بر شاخ امید
تا سر ننہی بزیر پا نتواں چید

گلچینی باغ مدعا ہے دشوار
ممکن نہیں جبتک نہ جفا کے چبھیں خار
۱۶۶
ہر شاخ امید میں ہیں گلہائے مراد
پامال نہ ہو سر۔ نہ ملے گل زنہار

آں روز کہ نور بر ثریا بستند
ویں منطقہ بر میان جوزا بستند
۱۶۷
در کتم عدم۔ بسان آتش بر شمع
عشقت بہزار رشتہ بر ما بستند

جس دن کہ ثریا کو عطا نور کیا
جوزا کی کمر میں تو نے باندھا پٹکا
۱۶۷
پردے میں عدم کے مثل آتش بر شمع
سو رشتوں سے عشق اپنا ہم پر باندھا

در دوزخم ار زلفِ تو در چنگ آید | از حالِ بہشتیاں مرا ننگ آید
۱۶۸
گر بے تو بصحرائے بہشتم خوانند | صحرائے بہشت در دلم تنگ آید

دوزخ میں تری زلف جو ہاتھ آئے مجھے | میں سمجھوں کہ جنتی بُرے ہیں مجھ سے
۱۶۸
صحرائے بہشت میں جو بے تیرے بلائیں | وہ تنگ ہو معلوم بہت دل میں مرے

در مدرسہ اسبابِ عمل می بخشند | در میکدہ لذتِ ازل می بخشند
۱۶۹
آنجا کہ بنائے خانۂ رندان است | سرمایۂ ایماں بہ سُبل می بخشند

ہوں مدرسہ میں عمل کے اسباب عطا | اور میکدہ لذاتِ ازل کی ہے جا
۱۶۹
رندوں کے گھروں کی جس جگہ ہے بنیاد | ایمان وہاں۔ راہ چلتے دیتا ہے خدا

ہوشم نہ موافقان و خویشاں بُردند | ایں کجکلہاں موئے پریشاں بُردند
۱۷۰
گویند چرا تو دل بدلشاں دادی | واللہ کہ من ندادم ایشاں بُردند

کب خویش واحبانے ہوش لوٹے میرے | البتہ اُڑا لے گئے زلفوں والے
۱۷۰
سب کہتے ہیں کیوں انکو دیا تونے دل | وہ لیگئے واللہ۔ دیا کب میں نے

عاشق ہمہ دم فکرِ غمِ دوست کند | معشوق کرشمہ کہ نیکوست کند
۱۷۱
ما جرم و گنہ کنیم او لطف و کرم | ہر کس چیزے کہ لائق اوست کند

عاشق کو شب و روز ہے فکرِ غمِ یار | معشوقوں کا ہے کام کرشمہ ہر بار
۱۷۱
ہم جُرم و گنہ کرتے ہیں وہ لُطف و کرم | ہر شخص وہی کرتا ہے جو جسکا ہے کار

از لطفِ تو ہیچ بندہ نومید نشد
مقبولِ تو جز مقبلِ جاوید نشد
مہرت بکدام ذرہ پیوست دمے
کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نشد 172

مایوس نہیں لطف سے تیرے بندہ
مقبول ترا مقبلِ جاوید ہوا
جس ذرہ پہ تیری نظرِ مہر ہوئی
وہ ذرہ ہزار بار سورج سے بڑھا 172

شادم بدمے کز آرزویت گذرد
خوش دل بحدیثے کہ زرویت گذرد
نازم بدو چشمے کہ بسویت گذرد
بوسم کفِ پائے کہ بکویت گذرد 173

گذرے جو تری یاد میں وہ وقت اچھا
اچھا وہ کلام جس میں ہو ذکر ترا
آنکھوں پہ ہوں ناز اں کہ تجھے دیکھتی ہیں
کوچے میں ترے گئے میں چوموں کفِ پا 173

مارا نبود - دلے - کہ خرّم گردد
خود بر سرِ کوئے ما طرب کم گردد
گر شادیِ عالمے بما روئے دہد
چوں بر سرِ کوئے ما رسد غم گردد 174

وہ دل نہیں اپنا کہ ہو شاد و خرم
خود اس طرف آتی ہے مسرت بھی کم
آئے جو ہماری جانب عالم کی خوشی
آتے ہی ہمارے پاس ہو جائے وہ غم 174

در چنگِ غمِ تو دل مرو دے نکند
پیشِ تو فغان و نالہ سودے نکند
نالیم بنالہ کہ آگہ نہ شوی
سوزیم بآتشے کہ دودے نکند 175

خاموش ہے دل پنجۂ غم میں تیرے
بے سود ہے آہ و نالہ تیرے آگے
ہم روتے ہیں اس طرح نہ ہو تو آگاہ
اُس آگ میں جلتے ہیں دھواں ہی جو نہ دے 175

قدّت قدِ من زبارِ محنت خم کرد چشمت چشم ز چشمہا پُر نم کرد
خالت حالم چو روزِ من تیرہ نمود ۱۷۶ زلفت کارم - چو کارِ خود درہم کرد

دیکھا ترا قد - خم ہوا - قد غم سے مرا دیکھی تری آنکھ - چشمہ آنکھوں سے بہا
ہے تیرہ و تار حال - خالِ رخ سے ۱۷۶ اپنی طرح زلف نے پریشان کیا

از دفترِ عشق ہر کہ فردے دارد اشکِ گلگون و چہرہ زردے دارد
بر گردِ سرے شود کہ سوزیست درو ۱۷۷ قربانِ دلے رود کہ دردے دارد

فرمان جسے عشق کے دفتر سے ملا چہرہ ہوا زرد اور لہو وہ رویا
جس سر میں ہو شورِ عشق - قربان اُس پر ۱۷۷ جس دل میں ہو درد - جان اُس پر ہے فدا

گر دشمنِ مرداں ہمگی حرق شود ہم برق صفت بخویشتن برق شود
گر سگ بہ مثل - درونِ دریا برود ۱۷۸ دریا نشود پلید - سگ غرق شود

اللہ کے بندوں سے حسد سے جو جلے آگ اُسکی مثالِ برق اُسی کو پھونکے
کتا مثلاً - کود پڑے کوئی اگر ۱۷۸ دریا تو نہ ہو پلید - خود ہی ڈوبے

خلقانِ تو اے جلال گوناگونند گاہے چو الف راست گہے چو نونند
در حضرتِ اجلال خیالِ مجنوں ۱۷۹ کز خاطر و فہم آدمی بیرونند

ہر قسم کی مخلوق ہے خالق تیری خم نون کی مانند الف سے سیدھی
عشاق کی تیر سے - تری نسبت ڈالے ۱۷۹ وہ ہے جسے عالم میں نہ سمجھے کوئی .

مردان تو دل بمہر گردون نہند لب برلب این کاسۂ پر خون نہ نہند
۱۸۰
در دائرۂ اہل وفا چون پرکار گر سر بنہند پائے بیرون نہ نہند

مطلب ہے نہ کچھ فلک سے بندوں کو ترے یہ کاسۂ پر خون نہ لگائیں مُنہ سے
۱۸۰
وہ دائرۂ وفا میں مثلِ پرکار سر رکھ کے قدم نہ رکھیں باہر اپنے

زاوّل رہِ عشق تو مرا سہل نمود پنداشت رسد بمنزلِ وصل تو زود
۱۸۱
گامے دو سہ رفت و راہ را دریا دید چون پائے درون نہاد موجش بربود

پہلے رہِ عشق کو میں آساں سمجھا اب وصل ہوا تیرا یہ میں نے جانا
۱۸۱
دریا نظر آئی راہ۔ تھوڑا جو چلا موجوں نے بہایا۔ پاؤں جس دم رکھا

گر نہاں کرد عیب و گر پیدا کرد منت دارم ازو کہ بس برجا کرد
۱۸۲
تاج سر من خاک کفِ پائے کسے است کو چشم مرا بعیب من بینا کرد

ظاہر کیا عیب یا چھپایا اُس نے ممنون ہوں سب کچھ ہے بجا میرے لیئے
۱۸۲
خاکِ کفِ پا اُس کی مرے سر کا ہے تاج جس نے مجھے بینا کیا عیبوں پہ مرے

کامل ز یکے ہنر دہ و صد بیند ناقص ہمہ جا معائبِ خود بیند
۱۸۳
خلق آئینہ چشم و دلِ یکدگر اند در آئینہ نیک نیک و بد بد بیند

کاملوں کی نظر میں عیب سب کے ہیں ہنر ناقص کو ہر اک میں عیب آتا ہے نظر
۱۸۳
ایک ایک کا آئینہ ہے مخلوقِ خدا نیک آئے نظر نیک کو۔ بد۔ بد کو اگر

گلزارِ وفا۔ زخارِ من می روید — اخلاص ز رہگذارِ من می روید

در فکرِ تو دوش سر بزانو بودم — ۱۸۴ امروز گل از کنارِ من می روید

اُگتا ہے۔ مرے کانٹوں سے گلزارِ وفا — پیدا مری رہگذر سے اخلاص ہوا

کل تیرے تصور میں مراقب تھا میں — ۱۸۴ آغوش سے میری آج گُل ہیں پیدا

در دل ہمہ شرک روئے بر خاک چہ سود — با نفسِ پلید جامۂ پاک چہ سود

زہر است گناہ و توبہ تریاک وے است — ۱۸۵ چوں زہر بجاں رسید تریاک چہ سود

دل میں ہو اگر شرک تو سجدہ بے کار — باطن ہو نجس تو پاک کپڑا بے کار

توبہ ہے جو تریاک تو عصیاں ہے زہر — ۱۸۵ سم کھا کے ہے تریاک کا کھانا بے کار

خرم دل آنکہ از ستم آہ نہ کرد — کس را ز درونِ خویش آگاہ نہ کرد

چوں شمع ز نورِ دل سراپا بگداخت — ۱۸۶ وز دامنِ شعلہ دست کوتاہ نہ کرد

خرم ہے وہ دل ظلم سہے۔ اُف نہ کرے — آگاہ نہ ہو حال سے کوئی اُس کے

گو نور سے مثلِ شمع پگھلے بالکل۔ — ۱۸۶ شُعلے سے مگر ڈر کے وہ پیچھے نہ ہٹے

تا والۂ عشقِ تو در گوشم شد — عقل و خرد و ہوش فراموشم شد

تا یک ورق از عشقِ تو از بر کردم — ۱۸۷ سی صد ورق از علم فراموشم شد

جب سے کہ مجھے والۂ عشق ہوا — عقل و خرد و ہوش کو میں نے کھویا

از بر کیا جب سے اک ورق اُلفت کا — ۱۸۷ جو یاد تھے علوم تھے سبھی تو بھولا

گوشم چو حدیث درد چشم تو شنید	۱۸۸	فی الحال دلم خوں شد و از دیدہ چکید
چشم تو نکو شود بمن چوں نگری		تا کور شود ہر آنکہ نتواند دید
آنکھوں میں تری درد ہے جب میں نے سُنا	۱۸۸	دل خون ہوا اور مری آنکھوں سے بہا
آنکھیں تری اچھی ہوں جو تو دیکھے مجھے		میں دیکھوں تجھے اور ہو حاسد اندھا
یک نیم رخت اَلَستُ مِنکُم بِبَعِید	۱۸۹	یک نیم دگر اِنَّ عَذَابِی لَشَدِید
بر گرد رخت نوشتہ یُحیِی وَ یُمِیت		مَن مَاتَ مِنَ العِشقِ فَقَد مَاتَ شَہِید
رُخ نصف ترا اَلَستُ مِنکُم بِبَعِید	۱۸۹	اور نصف دگر اِنَّ عَذَابِی لَشَدِید
ہے رُخ پہ ترے نوشتہ یُحیِی وَ یُمِیت		مَن مَاتَ مِنَ العِشقِ فَقَد مَاتَ شَہِید
دردا کہ ہمی روی بَرَہ باید کرد	۱۹۰	وین مفرش عاشقی دو تا باید کرد
بر طاعت و خیر خود نباید نگریست		بر رحمت و فضل او نگہ باید کرد
افسوس کہ تو ہوتا ہے ہم سے رخصت	۱۹۰	لازم ہے اٹھائیں ہم بساطِ اُلفت
زیبا نہیں طاعت پہ کریں اپنی نظر		کافی ہے ہمارے لیئے فضل و رحمت
آں وقت کہ ایں انجم و افلاک نبود	۱۹۱	وین آب و ہوا و آتش و خاک نبود
اسرارِ یگانگی سبق می گفتم		وین قالب و ایں نوا و ادراک نبود
جب دم نہ ستارے تھے نہ تھے یہ افلاک	۱۹۱	نہ آب و ہوا۔ اور نہ تھی آتش و خاک
اسرار یگانگی سبق تھا میرا		قالب تھا نہ آواز نہ یہ تھا ادراک

گفتم چشم۔ گفت بر اہش می دار
گفتم جگرم۔ گفت پُر آہش می دار
۱۹۲
گفتم کہ دلم۔ گفت چہ داری دردِ دل
گفتم غمِ تو۔ گفت نگاہش می دار

میں نے کہا۔ ہوں آنکھ۔ کہا دیکھے راہ
میں نے کہا۔ ہوں جگر۔ کہا وہ کرے آہ
۱۹۲
میں نے کہا دل ہوں۔ تو کہا دل میں ہے کیا
میں نے کہا غم ہے۔ کہا رکھ اُس کو نگاہ

اے عشق بہ دردِ تو سرے می باید
صیدِ تو ز من قوی ترے می باید
۱۹۳
من مرغ بیک شعلہ کبابم۔ بگذار
کیں آتش را سمندرے می باید

اے عشق ترے درد کو سر ہو کوئی
ہو صید ترا مجھ سے قوی تر کوئی
۱۹۳
میں ایک ہی شعلہ سے جلا۔ چھوڑ مجھے
اس آگ کو لازم ہے۔ سمندر کوئی

یارب بکشا گرہ ز کارِ من زار
رحمے کہ ز خلق عاجزم در ہمہ کار
۱۹۴
جز درگہِ تو۔ کے بُوَدَم درگاہے
محروم ازیں در مکنم اے غفار

یارب تو مرے کام کی گتھی سُلجھا
کر رحم۔ کہ مخلوق سے عاجز میں ہوا
۱۹۴
کوئی نہیں در میرا۔ بجز در کے ترے
محروم نہ کرنا مجھے میرے مولا

یارب بہ دو نورِ دیدۂ پیغمبرؐ
یارب بہ دو شمع دودمانِ حیدر
۱۹۵
بر حالِ من۔ از عینِ عنایت بنگر
دارم نظرے آنکہ۔ نیفتم ز نظر

یارب بطفیلِ حسنینِ اطہرؓ
یارب بطفیل دودمانِ حیدر
۱۹۵
تو عینِ عنایت کی نظر کر مجھ پر
یعنی رہے ہر آن عنایت کی نظر

در بزم تو اے شوخ منم زار و اسیر
ور کشتن من ہیچ نداری تقصیر
با غیر سخن کنی کہ از رشک بسوز
سوئم نکنی نظر کہ "از غصہ بمیر" ۱۹۶

اے شوخ! تری بزم میں ہوں زار و اسیر
خواہاں ہے مری جان کا تو بے تقصیر
غیروں سے تکلم - کہ جلوں دیکھ کے میں
دیکھے نہ مجھے تا کہ مروں میں دلگیر ۱۹۶

گر دور فتادم از وصالت بضرور
دارد دلم از یادِ تو صد نوع حضور
خاصیتِ سایۂ تو دارم کہ مدام
نزدیکِ توام اگرچہ می افتم دور ۱۹۷

ہوں جس سے گو میں بضرورت مہجور
حاصل مرے دل کو ہے مگر تیرا حضور
خاصیتِ سایہ ہے یہ مجھ میں کہ مدام
میں پاس ہوں ہر چند رہوں تجھ سے دور ۱۹۷

خورشید چو بر فلک زند رایتِ نور
در پرتو آں خیرہ شود دیدہ ز دور
ذاتت ہم کہ کشد ز پردۂ ابر ظہور
فَالنَّاظِرُ یَجْتَلِیْهِ مِنْ غَیْرِ قُصُوْرٍ ۱۹۸

خورشید فلک پہ گاڑے جب رایتِ نور
پرتو سے نظر خیرہ ہو - ہر چند ہو دور
لیکن جو کرے ابر کے پیچھے ہیں ظہور
فَالنَّاظِرُ یَجْتَلِیْهِ مِنْ غَیْرِ قُصُوْرٍ ۱۹۸

اے بفضلِ تو دستگیر من - دستم گیر
سیر آمدہ ام ز خویشتن - دستم گیر
تا چند کنم توبہ و تا کے شکنم
اے توبہ دہ و توبہ شکن دستم گیر ۱۹۹

تو فضل سے میری دستگیری فرما
میں سیر ہوں اپنے سے ہو یا ور میرا
کبتک میں کروں توبہ پھر اسکو توڑوں
توفیق تجھی سے ہے - ہو توفیق عطا ۱۹۹

یارب در دل بہ غیر خود جا مگذار
در دیدۂ من گرد و تمنا مگذار
گفتم گفتم ز من نمی آید ہیچ ۲۰۰
رحمے رحمے مرا بہ من وا مگذار

یارب نہ رہے ترے سوا دل میں کوئی
آنکھوں کو ہو دیدار کی حسرت باقی
ہوتا نہیں کچھ مجھ سے مقر ہوں اس کا ۲۰۰
کر رحم۔ نہ چھوڑ۔ مجکو حالت پہ مری

لذاتِ جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر
با یارِ خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر
ہم آخر عمر رحلتت باید کرد ۲۰۱
خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

چکھا ہو۔ تمام عمر۔ دنیا کا مزا
گو یار سے عمر بھر ہم آغوش رہا
ہے آخر کار۔ تجکو مرنا بھی ضرور ۲۰۱
وہ خواب تھا عمر بھر جو تو نے دیکھا

ہر دُر کہ ز بحر اشکم افتد بہ کنار
در رشتۂ جانِ خود کشم گوہر دار
گیرم بکفش چو سُبحہ در فرقتِ یار ۲۰۲
یعنی کہ نمی زنم نفس جز بشمار

جو گوہر اشک میرے دامن پہ گرے
بس رشتۂ جاں ہیں ہی پرو کر میں اُسے
تسبیح بکف۔ ہجر صنم میں ہو جاؤں ۲۰۲
یعنی ہر سانس لوں۔ میں گنتی کر کے

ہر لقمہ کہ بر خوان عوان است مخور
گر نفس ترا راحت جان است مخور
گر نفس ترا عسل نماید بہ مثل ۲۰۳
آں خونِ دلِ بیرہ زنان است مخور

احباب کے خوان پہ نہ کھا اک لقمہ
ہر چند ہو خوش نفس ترا من سے نہ کھا
مانا کہ ترا نفس عسل سمجھے اُسے ۲۰۳
وہ خونِ دل بیرہ زناں ہے گویا

ناقوس نواز گر زمن دارد عار سجادہ نشیں اگر زمن کردہ کنار
من نیز بر غم ہر دو انداختہ ام ۲۰۴ تسبیح در آتش۔ آتش اندر زنار

ہے مجھ سے برہمن کو اگر ننگ و عار سجادہ نشیں مجھ سے اگر ہے بیزار
تو میں بھی ہوں ان دونوں کا پکا دشمن ۲۰۴ تسبیح کو دوں آگ جلاؤں زنار

با یار موافق آشنائی خوشتر وز ہمدم بیوفا جدائی خوشتر
چوں سلطنت زمانہ بگذاشتنی است ۲۰۵ پیوند بملک بے نوائی خوشتر

جو یار ہو مخلص آشنائی اچھی ہمدم ہو جو بے وفا۔ جدائی اچھی
ہے سلطنت زمانہ مٹنے والی ۲۰۵ اس سے تو ہماری بے نوائی اچھی

بدہ مرا تو خدایا دریں خجستہ سفر ہزار نصرت و شادی ہزار فتح و ظفر
بحرمت محمد بحق چار علی ۲۰۶ بدو حسن و حسین و بموسی و جعفر

الٰہی مجکو جو درپیش ان دنوں ہے سفر دعا یہ کرتا ہوں میں تو قبول اسکو کر
عطا ائمہ اثنا عشر کے صدقہ میں ہو ۲۰۶ ہزار نصرت و شادی ہزار فتح و ظفر

تا چند حدیث قامت و زلف نگار تا کے باشی طالب بوس و کنار
گر زانکہ نہٖ دروغ زن عاشق دار ۲۰۷ در عشق چو او ہزار چوں او بگذار

کب تک کہا یہ ذکر قامت و زلف نگار کب تک تجھے ہوگی طلب بوس و کنار
سچا اگر عاشق ہے تو پھر چھوڑ بھی دے ۲۰۷ ایک اس کی محبت میں خیال ایسے ہزار

آگاہ بزی اے دل و آگاہ بمیر
چوں طالب منزلی تو در راہ بمیر
عشق است بسانِ زندگانی ورنہ
زینساں کہ توئی خواہ بزی خواہ بمیر ۲۰۸

آگاہی میں ہو دل! ترا مرنا۔ جینا
تو طالب منزل ہے تو رہ میں مرجا
مرنا رہِ عشق میں ہے جینا۔ ورنہ
بے عشق کے جینا بھی ہے مرنا تیرا ۲۰۸

مجنون و پریشانِ تو ام دستم گیر
سرگشتۂ و حیرانِ تو ام دستم گیر
ہر بے سر و پا چو دستگیرے دارد
من بے سر و سامانِ تو ام دستم گیر ۲۰۹

مجنون و پریشاں ہوں مدد کر میری
سرگشتہ و حیراں ہوں مدد کر میری
ہر بے سر و پا کا ہے مددگار کوئی
میں بے سر و ساماں ہوں مدد کر میری ۲۰۹

دل خستہ و دلفگار و مژگاں خوں ریز
رفتم بر آں یار مہِ مہر انگیز
من جائے نکردہ گرم گردوں بستیز
زد بانگ کہ ہاں چند نشینی برخیز ۲۱۰

آنکھوں سے لہو بہتا۔ پریشاں و نزار
پاس اُس کے گیا جو ہے مرا مہر نگار
بیٹھا بھی نہ تھا کہ چرخ نے للکارا
اُٹھ جا۔ آخر نشست کب تک بیکار ۲۱۰

من بودم و دوش آں بُتِ بندہ نواز
از من ہمہ لابہ بود وازاو ہمہ ناز
شب رفت و حدیث ما بپایاں نرسید
شب را چہ گنہ حدیث ما بود دراز

خلوت میں ملا کل جو بُتِ بندہ نواز
وہ تھا ہمہ تن ناز تو میں محو نیاز
پوری نہ ہوئی بات کہ شب ختم ہوئی
کیا شب کا قصور۔ قصۂ غم تھا دراز

در ہر سحرے باتو ہمی گویم راز | بر درگہ تو ہمی کنم عرض نیاز
۲۱۲
بے منت بندگانت اے بندہ نواز | کارِ من بیچارۂ سرگشتہ لباز

ہوتے ہی سحر کہتا ہوں میں اپنا راز | تجھ سے ہی فقط کرتا ہوں کچھ عرض نیاز
۲۱۲
احسان کسی کا نہ ہو اور کام بنے | عاجز ہوں مدد کر مری یوں بندہ نواز

جہدے بکن از پند پذیری دو سہ روز | تا پیشتر از مرگ بمیری دو سہ روز
۲۱۳
دنیا زن پیر یست چہ باشد ار تو | با پیرہ زنے اُنس نگیری دو سہ روز

یہ میری نصیحت ہے کہ کر سعی ذرا | تا کہ تجھے ہو اجل سے کچھ پہلے فنا
۲۱۳
دنیا ہے زن پیر لگا اس سے نہ دل | بوڑھی سے نہیں دل کا لگانا اچھا

دل جز رہ عشق تو نہ پوید ہرگز | جز محنت دردِ عشق تو نجوید ہرگز
۲۱۴
صحرائے دلم عشق تو شورستاں کرد | تا مہر کسے در آں نہ روید ہرگز

دل کو ہے اگر طلب تو تیری ہے طلب | سہتا ہے ترے عشق میں وہ رنج و تعب
۲۱۴
جب تو ہی مرے دل میں سمایا آکر | اغیار کا پھر خیال آسکتا ہے کب

تا روئے ترا بدیدم اے شمع طراز | نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
۲۱۵
چوں باتو بوم مجاز من جملہ نماز | چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

جب سے کہ تجھے دیکھا ہے اے شمع طراز | کچھ کام نہ کرتا ہوں۔ نہ روزہ نہ نماز
۲۱۵
ہو تیری حضوری۔ تو مجاز بالکل ہے نماز | بے تیرے مری نماز بالکل ہے مجاز

ای جملۂ بیکسان عالم را کس | یکجو کرمت تمام عالم را بس
من بیکسم و تو بی کسان را یاری | یارب تو بفریاد من بیکس رس
۲۱۶

یارب ہے تو ہی بیکسوں کا والی | تل بھر تری بخشش ہے جہاں کو کافی
یاور ہے تو بیکسوں کا۔ میں ہوں بیکس | فریاد مری سُن کہ ہوں میں فریادی
۲۱۶

شاہا ز دعائے مرد آگاہ بترس | وز سوز دل و آہ سحر گاہ بترس
بر لشکر و بر سپاہ خود غرہ مشو | از آمدن سیل ناگاہ بترس
۲۱۷

اے شاہ دُعائے مرد آگاہ سے ڈر | اور سوز دل و آہ سحر گاہ سے ڈر
تو لشکر و افواج پہ مغرور نہ ہو | بیکار یہ سب ہیں سیل ناگاہ سے ڈر
۲۱۷

نوروز شد و جہان برآورد نفس | حاصل ز بہار عمر۔ ما را غم و بس
از قافلۂ بہار نامد آواز | تا لالہ بباغ سرنگوں ساخت جرس
۲۱۸

نوروز کے جانے کا جہاں کو ہے الم | حاصل ہے ہماری زندگانی کا غم
کب قافلۂ بہار دیتا ہے صدا | ہے مثل جرس باغ میں سر لالے کا خم
۲۱۸

در دل دردیست از تو پنہاں کہ مپرس | تنگ آمدہ چنداں دلم از جاں کہ مپرس
با ایں ہمہ حال در چنیں تنگدلی | جا کردہ محبت تو چنداں کہ مپرس
۲۱۹

اے یار نہ پوچھ درد دل کا احوال | تنگ آیا ہوں میں جان سے جینا ہے وبال
یہ حال ہے یہ تنگ دلی ہے۔ لیکن | ہے دل مرا اُلفت سے تری مالا مال
۲۱۹

ای آئینۂ ذاتِ تو ذاتِ ہمہ کس
مرآتِ صفاتِ تو صفاتِ ہمہ کس
۲۲۰
ضامن شدم از بہرِ نجاتِ ہمہ کس
بر من بنویس سیئاتِ ہمہ کس

اے وہ کہ ہر اک ذات ہے۔ آئینۂ ذات
ہر اک کے صفات ہیں ترے عکس صفات
۲۲۰
توسب کے گنہ نام پہ میرے لکھدے
ہر شخص کا ضامن ہوا میں بہر نجات

اللہ بفریادِ من بیکس رس
لطف و کرمت یارِ من بیکس بس
۲۲۱
ہر کس بکسے و حضرتے می نازد
جز حضرتِ تو ندارد این بیکس کس

فریاد مری سُن کہ ہوں یارب بیکس
درکار ترا لطف و کرم ہے اور بس
۲۲۱
ہر شخص کو ہے ناز کسی اپنے پر
تو میرا مددگار رہے میں ہوں بے بس

شاہی طلبی۔ برو گدائے ہمہ باش
بیگانہ زخویش و آشنائے ہمہ باش
۲۲۲
خواہی کہ ترا چو تاج بر سر دارند
دستِ ہمہ گیر و خاکپائے ہمہ باش

شاہی کی طلب ہے تو گدا ہو سب کا
چھوڑ اپنا خیال آشنا ہو سب کا
۲۲۲
سر تاج بنے سب کا یہ خواہش ہے اگر
ہو خلق کا دستگیر۔ خاکپا ہو سب کا

تا در نزنی بہر چہ داری آتش
ہرگز نشود حقیقت حال تو خوش
۲۲۳
مارا خواہی خطے بعالم درکش
کاندر یک دل دو۔ دوستی ناید خوش

تو آگ لگا۔ پاس ہے جو کچھ تیرے
تا کہ تجھ پر حقیقت حال کھُلے
۲۲۳
اللہ کا طالب ہے تو دنیا کو چھوڑ
اِک دل میں سمائے دو کی الفت کیسے

در میداں با سپر و ترکش باش
سر ہیچ بخود مکش بما سر کش باش
گو خواہ زمانہ آب و خواہ آتش باش ۲۲۴
تو شاد بزی و درمیانہ خوش باش

میدان طلب میں بیٹھ ہر دم تیار
خاموش نہ رہ یار سے رکھ تو ہر دو کار
گو گذریں ہزار گرم و سرد عالم ۲۲۴
آرام و خوشی سے اپنی تو عمر گذار

سودائے توام در جنوں میزد دوش
دریائے دو دیدہ موج خوں میزد دوش
در نیم شبے خیل خیال تو رسید ۲۲۵
ورنہ جانم خیمہ بروں می زد دوش

سودا اتری اُلفت کا جو کچھ اور بڑھا
کل خون کا دریا مری آنکھوں سے بہا
شب گذری تھی آدھی کہ ترا آیا خیال ۲۲۵
ورنہ مرا دم تن سے نکل ہی جاتا

در خانۂ خود نشستہ بودم دل ریش
وز بار گنہ فگندہ بودم سر پیش
آواز آمد کہ غم مخور اے درویش ۲۲۶
تو در خور خود کنی و ما در خور خویش

میں بیٹھا تھا گھر میں اپنے دل ریش
تھا مجھ کو گنا ہوں کا تردد در پیش
آئی یہ ندا کہ غم نہ کر اے درویش ۲۲۶
رحمت ہے گنا ہوں سے تیرے بیش از بیش

آتش بدوست خویش در خرمن خویش
خود بر زدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش ۲۲۷
اے وائے من و دست من و دامن خویش

خرمن میں لگائی آگ میں نے خود ہی
دشمن کا گلا کیسا شکایت کیسی
دشمن نہیں میرا کوئی خود میرے سوا ۲۲۷
افسوس ہے اس دامن و دست و حالت پر مری

پیوستہ مراز خالق جسم وعرض | حقا کہ ہمیں بود وہمین است غرض
کاں جسم لطیف راانجلوتگہ ناز | فارغ بینم ہمیشہ زاسیب مرض ۲۲۸

یہ عرض ہے میری خالق جسم وعرض | ہے میری ہمیشہ سے یہی ایک غرض
خلوتگہ ناز میں مری روح لطیف | دیکھے نہ کبھی کوئی بھی آسیب و مرض ۲۲۸

گشتی بوقوف بر مواقف قانع | شد قصد مقاصدت زمقصد مانع
ہرگز نشود تا نکبس کشف حجب | انوار حقیقت از مطالع طالع ۲۲۹

تو خود ہی تعینات پر ہے قانع | مقصود میں ہیں تیرے مقاصد مانع
جب تک نہ حجاب درمیاں سے ہوں دور | انوار حقیقت نہوں ہرگز طالع ۲۲۹

حق تعالٰی کہ مالک الملک است | لَیْسَ فِی الْمُلْکِ غَیْرُہٗ مَالِکْ
می رساند بیک دگر مارا | اِنَّہٗ قَادِرٌ عَلٰی ذٰلِکْ ۲۳۰

مالک الملک حق ہے اے سالک | لَیْسَ فِی الْمُلْکِ غَیْرُہٗ مَالِکْ
ایک سے لیکے دوسرے کو دے | اِنَّہٗ قَادِرٌ عَلٰی ذٰلِکْ ۲۳۰

یَامَنْ بِکَ حَاجَتِیْ وَرُوْحِیْ بِیَدَیْکَ | عَنْ غَیْرِکَ اَعْرَضْتُ وَاَقْبَلْتُ اِلَیْکَ
مَالِیْ عَمَلٌ صَالِحٌ اَسْتَظْهِرُ بِهٖ | قَدْ جِئْتُکَ رَاجِیًا تَوَکَّلْتُ عَلَیْکَ ۲۳۱

تو جان کا مالک ہے میں محتاج ترا | اغیار سے پھر کر ترا دامن پکڑا
اچھے نہیں اعمال بھروسا کیسا | رحمت پہ بھروسہ ہے تری اے مولا ۲۳۱

خلقاں ہمہ بر در گہت اے خالق پاک
ہستند پئے قطرۂ آبے غمناک

۲۳۲

سقائے سحاب را بفرما از لطف
تا آب زند بر سر ایں مشتے خاک

جتنی بھی ہے مخلوق تری خالق پاک
اک قطرۂ بارش کے لیئے ہے غمناک

۲۳۲

ہو بہر کرم حکم کہ سقائے سحاب
چھڑکاؤ سے بارش کے دبائے سب خاک

دستے کہ نہ زد بے بنانہ در زلفِ تو چنگ
چشمے کہ زدیدنت ز دل برد زنگ

۲۳۳

آں چشم ببست بے تو ام چہرہ بخوں
ایں دست بکوفت بے تو ام سینہ بسنگ

جو ہاتھ کہ گیسو کو ترے چھوتا تھا
جس آنکھ نے دیدار سے وہی دل کو چھینا

۲۳۳

بے تیرے وہ آنکھ اب بہاتی ہے لہو
اُس ہاتھ نے اب ہجر میں سینہ کوٹا

بر چہرہ ندارم ز مسلمانی رنگ
دارد بر من شرف سگِ اہل فرنگ

۲۳۴

آں رو سیہ ام کہ باشد از بودنِ من
دوزخ را ننگ و اہل دوزخ را ننگ

چہرہ سے عیاں کچھ نہیں اسلام کے ڈھنگ
بڑھ کر کہیں مجھ سے ہے سگِ اہل فرنگ

۲۳۴

اب مجھ سے ہے میری روسیاہی کے سبب
دوزخ کو بھی ننگ اہل دوزخ کو بھی ننگ

تا شیر بُدم شکار من بود پلنگ
پیروز شدم بہر چہ کردم آہنگ

۲۳۵

تا عشق ترا بہر در آوردم تنگ
از بیشہ بروں کرد مرا روبہ لنگ

جب شیر تھا میں صید مرا تھا چیتا
جس چیز پہ حملہ کیا پکڑا مارا

۲۳۵

جب سے کہ پھنسا دام محبت میں تری
اک روبہ لنگ نے کچھار میرا چھینا

سرمست بدشت خاوراں لالۂ آل
چوں دانہ اشک عاشقاں در مہ و سال
بنمود چو حسن دوست از پردہ جمال
۲۳۶
چوں صورت حال من شدش صورت حال

سرمست ہے دشت خاوراں میں لالہ
جس طرح کہ اشک عاشقاں ہر مہ و سال
جب یار کے حسن نے دکھایا جلوہ
۲۳۶
میری سی ہوئی لالہ کی بھی صورت حال

در باغ کجا روم کہ نالد بلبل
بے تو چہ کنم جلوۂ سرو و سنبل
یا قد تو ہست انچہ می دارد سرو
۲۳۷
یا روئے تو ہست انچہ می دارد گل

گلشن میں کہاں جاؤں ہے گریاں بلبل
بے تیرے عبث بہار سرو و سنبل
ہے سرو تو اس کا بھی ہے تیرا ہی سا قد
۲۳۷
گلرو ترے چہرے ہی کا نقشہ ہے گل

اے چاردہ سالہ مہ کہ در حسن و جمال
ہمچوں مہ چاردہ رسیدی بکمال
یارب نرسد بحسنت آسیب زوال
۲۳۸
در چاردہ سالگی بمانی صد سال

مہرو ترا ہے چودھویں سال ایسا جمال
جسطرح کہ ہو چودھویں شب بدر ہلال
اس حسن کو اللہ کرے ہو نہ زوال
۲۳۸
یونہی رہے تو چودہ برس کا سو سال

اے عہد تو عہد دوستاں سرپل
از عہد تو کیں خیزد و از مہر تو ذل
اے یکشبہ ہمچو شمع و یک روزہ چو گل
۲۳۹
پر ولولہ و میان تہی ہمچو دہل

ہے عہد ترا عہد دوستاں سرپل
ہے عہد میں کینہ تو تری مہر میں ذل
مہمان ہے شب و روز کا مثل گل و شمع
۲۳۹
پر ولولہ درمیان تہی مثل دہل

گر با غم عشق سازگار آید دل
بر مرکب آرزو سوار آید دل
گر دل نبود کجا وطن سازد عشق ۲۴۰
ور عشق نباشد بچہ کار آید دل

جس دل میں غم عشق نے گھر آکے کیا
اُس دل کا حقیقت میں بڑا کام بنا
دل ہی جو نہ ہوتا تو کہاں رہتا عشق ۲۴۰
اور عشق نہ ہوتا تو نہ دل کام کا تھا

با خود درِ وصل تو کشودن مشکل
دل را بفراغ آزمودن مشکل
مشکل حالے وطرفہ مشکل حالے ۲۴۱
بودن مشکل باتو نہ بودن مشکل

خود کو نہ مٹاؤں تو نہ ہو وصل ترا
مشکل بفراغ آزمانا دل کا
مشکل ہے مجھے اور بڑی مشکل ہے ۲۴۱
غم وصل کا اور ہجر میں دو بھر جینا

شیدائے ترا روح مقدس منزل
سودائے ترا عقل مجرد محمل
سیاح جہانِ معرفت یعنی دل ۲۴۲
در بحر غمت دست بسر پائے بہ گل

عاشق کی ترے روح مقدس منزل
سودا کا ترے۔ عقل مجرّد محمل
سیاح جہانِ معرفت یعنے دل ۲۴۲
دریا میں ترے غم کے ہوا پائے بگل

پرسید یکے منزلِ آں مہر گسل
گفتم کہ دلِ من است اورا منزل
گفتا کہ دلت کجاست گفتم بر او ۲۴۳
پرسید کہ او کجاست گفتم در دل

اک شخص نے پوچھا کہ کہاں ہے دلبر
میں نے کہا دل میں ہے مرا رشک قمر
پوچھا کہ کہاں ہے دل کہا اسکے پاس ۲۴۳
پوچھا وہ کہاں ہے۔ کہا دل کے اندر

آزردہ ترم گرچہ کم آزادترم | بے یار ترم گرچہ وفادار ترم
باہر کہ وفا و صبر بیشش کردم ۲۴۴ | سبحان اللہ بچشم او خوار ترم

آزردہ ہوں میں گرچہ کم آزار ہوں میں | بے یار ہوں میں گرچہ وفادار ہوں میں
کی جس سے وفا میں نے زیادہ سب سے ۲۴۴ | سبحان اللہ نظر میں اُس کی خوار ہوں میں

گر دستِ تضرع بدعا بردارم | بیخ و بنِ کوہ ہا ز جا بردارم
لیکن ز تفضلاتِ معبود احد ۲۴۵ | فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا از بر می دارم

مانگوں جو کسی روز۔ دُعائیں دل سے | اُڑ جائیں پہاڑ جڑ سے گلا بن کے
افضال سے معبود واحد کے لیکن ۲۴۵ | فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا از بر ہے مجھے

مشہور و خفی چو گنج و قیانوسم | پیدا و نہاں چو شمع در فانوسم
القصہ دریں چمن چو بیدِ مجنوں ۲۴۶ | می بالم و در ترقی معکوسم

قاروں کا خزانہ ہوں۔ نہاں اور عیاں | فانوس میں ہوں شمع عیاں اور نہاں
القصہ چمن میں بید مجنوں کی طرح ۲۴۶ | گھٹ جاتا ہوں جب بڑھا ہوا میں ان جہاں

بے مہری آں بہانہ جو می دانم | بے درد و ستم عادتِ او می دانم
جز جور و جفا عادتِ آں بدخوئی ۲۴۷ | من شیوہ یار خود نکو می دانم

مکاری حیلہ جو کو میں جانتا ہوں | بے درد ہے اُس کی خو کو میں جانتا ہوں
خصلت میں ہے بدخو کی جفا اور ستم ۲۴۷ | بے مہری ماہرو کو میں جانتا ہوں

نے باغ نہ بستان و چمن می خواہم
نے سرو نہ گل نہ یاسمن می خواہم
خواہم ز خدائے خویش کنجے کہ در آں ۲۴۸
من باشم و آں کسے کہ من میخواہم

بستاں کی طلب اور نہ چمن ہے درکار
ہوں سرو و گل و یاسمن سے بیزار
ہے گوشۂ عافیت خدا سے مطلوب ۲۴۸
جسمیں رہوں میں اور فقط میرا یار

تب را اگر دم در آب و آتش کردم
یک چند بتعویذ و کتابش کشتم
بازش یکبار در عرق کردم غرق ۲۴۹
چوں لشکرِ فرعون در آبش کشتم

پانی سے بجھائی آگ میں نے تپ کی
کچھ مصحف و تعویذ سے کم کی گرمی
یوں غرق پسینہ میں کیا پھر جس طرح ۲۴۹
فرعون کے لشکر کو ڈبوئے پانی

دی شب کہ بکوئے یار میگر دیدم
دانی کہ پئے چہ کار می گردیدم
قربانِ خلافِ وعدہ اش میگشتم ۲۵۰
گردِ سرِ انتظار می گردیدم

کل کوچۂ جاناں میں جو میں پھرتا تھا
معلوم ہے؟ کیا کام وہاں تھا میرا
میں وعدہ خلافی پہ تھا قربان انکی ۲۵۰
یعنی تھا میں انتظارِ جاناں پہ فدا

ما باے و مستی سر تقویٰ داریم
دنیا طلبیم و میل عقبیٰ داریم
کے دنیا و دیں ہر دو بہم آید راست ۲۵۱
این است کہ مانہ دین نہ دنیا داریم

مے پیتے ہیں اور خیالِ تقویٰ ہے ہمیں
دنیا کی طلب ہے میل عقبیٰ ہے ہمیں
ممکن نہیں جمع دین و دنیا ہو جائیں ۲۵۱
کچھ دین ہی حاصل ہے نہ دنیا ہے ہمیں

مابین دو عین یار از نون تا میم
بینی الفے کشیدہ بر صفحہ سیم
۲۵۲
نے نے غلطم کہ از کمالِ اعجاز
انگشتِ نبی است کردہ مہ را بہ دو نیم

مابین دو عین یار - از نوں تا میم
بینی ہے الف کشیدہ بر صفحہ سیم
۲۵۲
میں ہوں غلطی پہ - بکمالِ اعجاز
انگشت نبی نے کیا مہ کو دو نیم

روزے زپئے گلاب می گردیدم
پژمردہ عذار گل در آتش دیدم
۲۵۳
گفتم کہ چہ کردہ کہ می سوز ندت
گفتا کہ دریں باغ دمے خندیدم

پھرتا تھا میں جستجوئے گل میں حیراں
کچھ پتیاں آتش میں جو دیکھیں سوزاں
۲۵۳
گل سے جو یہ پوچھا کہ خطا کیا ہے تیری
بولا کہ گلستاں میں ہوا تھا خنداں

تا بردی ازیں دیار تشریف قدوم
بر دل رقم شوق تو دارم مرقوم
۲۵۴
ایں غصہ مرا کشت کہ ہنگام وداع
از دولت دیدار تو گشتم محروم

تو لے گیا جس دن سے کہ تشریف قدوم
دل پر رقم شوق ہے میرے مرقوم
۲۵۴
اس رنج نے مارا کہ بوقت رخصت
دیدار کی دولت سے رہا میں محروم

زاں دم کہ قرین محنت و افغانم
ہر لحظہ ز ہجراں بلب آمدہ جانم
۲۵۵
محروم ز خاک آستانت زانم
کز سیل سرشک خود گذر نتوانم

جب سے کہ مرا کام ہوا آہ و فغاں
ہیں ہجر میں جاں بلب ہوائے جانِ جہاں
۲۵۵
محروم ہوں خاکِ آستاں سے کہ نہیں
دریائے سرشک سے گذر کا امکاں

عمرے بہوسِ بادِ ہوا پیمودم
در ہر کارے خونِ جگر پالودم
۲۵۶
در ہر چہ زدم دست زغم فرسودم
دست از ہمہ بازداشتم آسودم

ایک عمر، ہوس میں ہی گرفتار رہا
ہر کام میں ہی خونِ جگر میں نے پیا
۲۵۶
جو کام کیا رنج ہی پایا میں نے
جب چھوڑ دیا سب کو تو آرام ملا

با یادِ تو بادیدۂ تر مے آیم
وز بادۂ شوق بے خبر مے آیم
۵۷
ایامِ فراق چوں بسر آمدہ است
من نیز بسوئے تو بسر مے آیم

رہتا ہوں تری یاد میں بادیدۂ تر
مدہوش مئے شوق سے میں ہوں اکثر
۲۵۷
اب ہجر کے ایام ہوئے چونکہ ختم
یوں سر کے بل آتا ہوں میں چل کر دلبر

گر در سفرم توئی رفیقِ سفرم
ور در حضرم توئی انیسِ حضرم
۲۵۸
ہر جا کہ نشینم و بہر جا گذرم
جز تو نبود ہیچ مُرا د دگرم

ہے تو ہی رفیق گر کروں کوئی سفر
ہے تو ہی انیس۔ وہ سفر ہو کہ حضر
۲۵۸
ہوتا ہے جہاں کہیں بھی گر میرا گذر
اِک تیرے سوا کوئی نہیں مدِ نظر

در حضرتِ پادشاہِ دوراں مائیم
در دائرۂ وجود سلطاں مائیم
۲۵۹
منظورِ خلائق است ایں سینۂ ما
پس جامِ جہانیانِ خلقاں مائیم

حاصل ہے ہمیں۔ حضورِ شاہِ دوراں
ہم دائرۂ وجود میں ہیں سلطاں
۲۵۹
مخلوق کا منظر ہے ہمارا سینہ
ہے جامِ جہاں نمایہ قلبِ انساں

نہ از سر کار با خلل می ترسم
نے نیز ز تقصیر امل می ترسم
ترسم کہ گناہ نیست آمرزش ہست
۲۶۰
از سابقۂ روز ازل می ترسم

اس کا نہیں ڈر کام ہے میرا ابتر
تقصیر امل کا ہے نہ کچھ خوف و خطر
لکھا ہے شقی ازل میں یا مجکو سعید
۲۶۰
لے دیکھے اگر ہے تو یہی ہے مجھے ڈر

ایں بخت ندارم کہ بقامت بینم
یا در گذرے ہم بسلامت بینم
وصل تو بہیچ گونہ وستم ناید
۲۶۱
نامت بنویسم و بنامت بینم

دیکھوں تجھے تقدیر کہاں ایسی مری
یا راستہ میں ہی ہو ملاقات تری
ممکن نہیں جب وصل تو کافی ہی یہی
۲۶۱
حاصل کروں میں نام سے تسکین دلی

چوں آں شدہ ام کہ وید نتوانندم
تا پیش تو اے نگار بنشانندم
چوں ذرہ بخورشید ہمی پیوندد
۲۶۲
خورشید توئی بذرہ من مانندم

ہے اپنا وجود اپنی نظر سے ہی نہاں
ہو وصل ترا۔ ہے یہ کہاں امکاں
خورشید میں مل جاتا ہے لیکن ذرہ
۲۶۲
ہے مہر جو تو۔ ذرہ ہوں میں اے جاناں

ز آمیزش جان و تن توئی مقصودم
وز مردن و زیستن توئی مقصودم
تو دیر زی کہ بر فتم ز میاں
۲۶۳
گر من گویم ز من توئی مقصودم

مقصود ہے ربط جسم و جاں سے تو ہی
تیرے لئے ہے مرگ ہو یا زیست مری
مقصود تری ذات ہے معدوم ہوں میں
۲۶۳
مقصود آنا سے بھی ہے تیری ہستی

بے دردِ تو اندیشۂ درماں نکنم | بے زلفِ تو آرزوئے ایماں نکنم
جاناں تو اگر جاں طلبی خوش باشد | اندیشۂ جاں برائے جاناں نکنم ۲۶۴

درماں کی نہیں فکر جو ہے درد ترا | ہاتھ آئے تری زلف تو ایماں کیسا
تو طالب جاں ہو تو خوشی سے مرجاں | تجھپر مری جاں۔ جان ہے، سو جان سے فدا ۲۶۴

از جملۂ دردہائے بے درمانم | وز جملہ سوزِ داغ بے تابانم
سوزندہ تر است کہ چوں مردم چشم | در چشم منی و دیدنت نتوانم ۲۶۵

ہیں ہوں ہمہ تن درد۔ مگر بے درماں | بے نور جو ہو۔ میں ہوں وہ داغِ سوزاں
رونا تو یہ ہے آنکھ کی پتلی کی طرح | تو آنکھ میں رہ کر بھی نظر سے ہے نہاں ۲۶۵

شمعم کہ بپردہ نہاں فرو می گریم | می خندم و ہر زماں فرو می گریم
چوں ہیچکس از گریۂ من آگہ نیست | خوش خوش بمیانِ جاں فرو می گریم ۲۶۶

درپردہ مثالِ شمع ہوں میں گریاں | روتا ہوں بہ باطن تو بظاہر خنداں
آگاہ نہیں کوئی بھی رونے سے مرے | روتا ہوں میں دل ہی دل میں اے جانِ جہاں ۲۶۶

تاچند بگردِ سرِ ایماں گردم | وقت ست کہ از افعال پشیماں گردم
خاکم ز کلیسا و آبم ز شراب | کافر تر از آنم کہ مسلماں گردم ۲۶۷

ایمان کا کب تک کروں میں اندیشہ | افعال پہ لازم ہے پشیماں ہونا
ہے خاک کلیسا و مے سے جو خمیر | ہیں کفر میں پختہ ہوں مسلماں کیسا ۲۶۷

ہر چند کہ دل بوصل شادان کردیم
دیدیم کہ خاطرت پریشاں کردیم

۲۶۸

خوش باش کہ ما خوئے بہجراں کردیم
برخود دشوار و برتو آساں کردیم

ہر چند کہ دل وصل سے خوش ہم نے کیا
دل تیرا۔ مگر اُس سے پریشان ہوا

۲۶۸

خوش ہو کہ ترے ہجر کی عادت کرلی
آرام دیا تجکو تو خود رنج سہا

یادت کنم ار شاد و دگر غمگینم
نامت برم ار خیزم اگر بنشینم

۲۶۹

باعشق تو خو کردہ ام اید وست چناں
در ہر چہ نظر کنم ترا می بینم

شادی ہو کہ غم دھیان ہے ہر دم تیرا
ہر دم ہے ترا نام وظیفہ اپنا

۲۶۹

الفت میں بندھا ایسا تصور مجکو
ہر شے میں نظر آتا ہے تیرا جلوا

در مصطبہ ہا دُردکشاں ما باشیم
بدنامی ہا را نام و نشاں ما باشیم

۲۷۰

از بد ترائی کہ توشاں می بینی
چوں نیک بہ بینی بدایشاں ما باشیم

مے خانوں میں ہم پیتے ہیں تلچھٹ مے کی
بدنامی کا ہے نام و نشاں ہم سے یہی

۲۷۰

تو جن کو سمجھتا ہے نہایت بدتر
کر غور کہ ہیں اصل ہمیں اس کی بھی

ہر چند گہے زعشق بیگانہ شویم
با عافیت آشنا و ہم خانہ شویم

۲۷۱

ناگاہ پری رُخے بمن برگذرد
برگردم ازاں حدیث و دیوانہ شویم

کرتے بھی ہیں گر عشق سے ہم قطع نظر
جا بیٹھتے ہیں چین سے گھر کے اندر

۲۷۱

پھر جلوہ دکھاتا ہے کوئی شوخ حسیں
ہو جاتے ہیں پھر عشق میں بیحد مضطر

اندر طلبِ یار چو پروانہ شدم
اوّل قدوم از وجود بیگانہ شدم
او علم نمی شنید لب بر بستم ۲۷۲
او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

میں جب طلبِ یار میں پروانہ ہوا
تو اپنے وجود سے بھی بیگانہ ہوا
وہ علم سے ہے نفور خاموش ہوں میں ۲۷۲
نفرت اُسے عقل سے میں دیوانہ ہوا

اندوہِ تو از دلِ حزیں می دزدم
نامت ز زبانِ آن و این می دزدم
می نالم و قفل بر دہاں می فگنم ۲۷۳
می گریم و خوں در آستیں می دزدم

دل سے بھی ترے غم کو کیا پوشیدہ
ہر شخص سے ہے نام چھپایا تیرا
روتا ہوں مگر اُف نہیں کرتا منہ سے ۲۷۳
مُنہ ڈھانک کے دامن سے لہو میں رویا

غمناکم و از درِ تو با غم نروم
جز شاد و اُمیدوار و خرّم نروم
از درگہِ ہمچو تو کریمے ہرگز ۲۷۴
نومید کسے نرفت و من ہم نروم

مغموم ترے در پہ اگر آؤں گا
جب جاؤنگا۔ مقصود کو جب پاؤنگا
درگاہ سے تجھ جیسے کرم والے کے ۲۷۴
مایوس گیا کوئی۔ نہ میں جاؤں گا

ببریدہ ز من نگار ہمخانگیم
ببریدہ ز من لباس فرزانگیم
مجنوں بہ نصیحتِ دلم می آید ۲۷۵
بنگر بکجا رسیدہ دیوانگیم

دلدار نے پاس۔ جب سے رہنا چھوڑا
رخصت ہوئی عقل عیش و آرام گیا
حد ہوگئی۔ مجنوں مجھے سمجھاتا ہے ۲۷۵
کس درجہ بڑھا ہوا جنوں ہے میرا

از عشق تو اے نگار اندر نارم
می سوزم و می سازم و دم بزنارم
تا دست بگردن تو اندر نارم ۲۷۶
آغشتہ بخوں چو دانہ اندر نارم

اے یار ترے عشق کی وہ آگ لگی
میں جل کے ہوا خاک نہ مارا دم بھی
جبتک نہ لگاؤں گا گلے سے تجکو ۲۷۶
آغشتہ بخون نار۔ رہونگا یوں ہی

ما طی بساطِ ملکِ ہستی کردیم
بے نقصِ خودی خدا پرستی کردیم
بر ما مے وصل نیک می پیوندد ۲۷۷
تُف بر رُخ کہ زود مستی کردیم

طے ہم نے بساطِ ملک ہستی کرلی
بے نقص خودی۔ خدا پرستی بھی کی
ہم سیر مے وصل سے جب خوب ہوئے ۲۷۷
تُف ہے کہ بہت جلد ہم کو مستی سوجھی

یارب زگناہِ زشتِ خود منفعلم
وز قولِ بد و فعلِ بدِ خود خجلم
فیضے بدلم زعالم قدس رساں ۲۷۸
تا محو شود خیالِ باطل ز دلم

یارب ہوں گناہوں سے بہت شرمندہ
قول و عمل بد سے خجل ہوں مولا
دلبر مرے ہو غیب سے نازل وہ فیض ۲۷۸
جو پاک معائب سے کرے دل میرا

ہر گز نبود شکستِ کس مقصودم
آزردہ نشد ز من دلے تا بودم
صد شکر کہ چشم عیب بینم کور است ۲۷۹
شادم کہ حسود نیستم محسودم

تذلیل کسی کی نہیں مقصد میرا
دل میں نے کسی کا نہ کیا آزردہ
صد شکر کہ چشم عیب بیں ہے اندھی ۲۷۹
حاسد نہیں محسود ہوں میں ہی سب کا

از بیم رقیب طوفِ کویت نکنم
وز طعنۂ خلق گفتگویت نہ کنم
لب بندم و از پائے نشینم امّا
این نتوانم کہ آرزویت نہ کنم ۲۸۰

کوچہ میں ترے خوف عدو سے نہ رہوں
مخلوق کے ڈر سے ذکر تیرا نہ کروں
چپ - یاد میں تیری پاشکستہ بیٹھوں
یہ سب سہی پر تجکو نہ دل سے بھولوں ۲۸۰

چون دائرہ ما ز پوست پوشانِ توایم
در سلسلۂ حلقہ بگوشان توایم
گر بنوازی ز جان خروشانِ توایم
ور ننوازی ہم خموشان توایم ۲۸۱

ہم تیرے فقیروں میں ہیں اے شاہ شہاں
ہم حلقہ بگوشوں میں ہیں اے جانِ جہاں
گر ہم کو نوازے تو کریں جان نثار
اور تو نہ نوازے تو بھلا جائیں کہاں ۲۸۱

ہرچند بصورت از تو دور افتادم
زنہار مبر ظن کہ شدی از یادم
در کوئے وفائے تو اگر خاک شوم
زانجا نتواند کہ رباید بادم ۲۸۲

ہر چند کہ ظاہر میں ہوں میں تجھ سے جُدا
ہرگز نہ گماں کر کہ تجھے بھول گیا
میں خاک بھی گر کوئے وفا میں ہو جاؤں
کیا تاب اُڑائے مجھے پھر بادِ صبا ۲۸۲

دی تازہ گلے ز گلشن آورد نسیم
کز نکہت آن مشامِ جان یافت شمیم
زانے نہ غلطم کہ صفحۂ بود از سیم
مشکیں رقمش معطّر از خلق کریم ۲۸۳

گلشن سے کل اک پھول اُڑا لائی نسیم
جان اُس سے معطّر ہوئی ایسی تھی شمیم
بلکہ ورق سیم پہ سیہ جس کی رقم
حق یہ ہے کہ تھی معطّر از خلق کریم ۲۸۳

بے چشمِ تو یادِ نرگسِ تر نکنم
بے لعلِ تو آرزوئے کوثر نکنم
گر خضر بمن بے تو دہد آبحیات
کافر باشم کہ بے تو لب تر نکنم ۲۸۴

بے آنکھ کے یاد نرگس تر نہ کروں
بے تیرے لبِ لعل کے کوثر نہ پیوں
دیں خضر بغیر تیرے گر آبحیات
کافر ہو۔ جو لب تر کرے تیرا مفتوں ۲۸۴

ما قبلۂ طاعتِ آں وو رو میدانیم
ایماں سرِ زلفِ مشک بو میدانیم
با ایں ہمہ دلدار بما نیکو نیست
ما طالعِ خویش را نکو میدانیم ۲۸۵

میں نے رُخِ دلدار کو سمجھا قبلہ
خوشبو کو سرِ زلف کی ایماں جانا
با ایں ہمہ خوش مجھ سے مرا یار نہیں
صد حیف۔ کہ یہ ہے۔ مری قسمت کا لکھا ۲۸۵

یک جو ز ایام نداریم و خوشیم
گر چاشت بود شام نداریم و خوشیم
چوں پختہ بما می رسد از عالمِ غیب
از کس طمعِ خام نداریم و خوشیم ۲۸۶

آسودہ ہیں ہم پاس نہیں گو دمڑی
ہم خوش ہیں جو اک وقت ملے کچھ روٹی
جب پکّی پکائی ہمیں دیتا ہے خدا
حق یہ ہے کہ غیروں کی خوشامد کیسی ۲۸۶

چوں عود نبود چوبِ بید آوردم
روئے سیہ و موئے سپید آوردم
تو خود گفتی کہ نا امیدی کفر است
بر قولِ تو رفتم و امید آوردم ۲۸۷

جب عود نہ تھا بید کی لکڑی لایا
با موئے سفید میں سیہ رو آیا
خود تو نے کہا۔ کہ نا امیدی ہے کفر
اس قول سے مطمئن دل اپنا پایا ۲۸۷

گر پارہ کنی مرا ز سر تا بقدم
موجود شدم ز عشق تو من ز عدم
۲۸۸
جانے دارم ز عشق تو کردہ رقم
خواہیش بشادی کش و خواہیش بغم

ہر چند کرے تو مجھے ٹکڑے ٹکڑے
جی جاؤں میں پھر عشق میں مر کر تیرے
۲۸۸
اے جان مرے دل پہ لکھا ہے ترا عشق
مغموم تو اب مار کہ مسرور مجھے

بے روئے تو رائے استقامت نکنم
کس را بہوائے تو ملامت نکنم
۲۸۹
در جستن وصل تو اقامت نکنم
از عشق تو توبہ تا قیامت نکنم

بے چہرے کے تیرے نہ کرونگا میں قیام
الفت میں کسی کو نہ کروں گا بدنام
۲۸۹
میں وصل کی جستجو کرونگا نہ تری
الفت تری چھوڑونگا نہ اے خوش فرجام

ما جز بہ غم عشق تو در نفرازیم
تا سر داریم در غمت دریازیم
۲۹۰
گر تو سر ما بے سر و ساماں داری
مائیم و سرے کہ در قدمت اندازیم

سودا ہے اگر سر میں تو سودا تیرا
جب تک ہے یہ سر غم ہے ترا ماہ لقا
۲۹۰
ہے قدر اگر تجکو ہمارے سر کی
ہم سر کو کرینگے ترے قدموں پہ فدا

در کوئے تو سر در سر خنجر بنہیم
چوں مہرۂ جاں عشق تو در بر بنہیم
۲۹۱
نا مردم اگر عشق تو از دل بکنیم
سودائے تو کافرم گر از سر بنہیم

سر رکھ کے ترے کوچہ میں ہم خنجر پہ
الفت کو تری جان سے سمجھیں بڑھ کر
۲۹۱
گر ترکِ محبت کریں۔ نامرد ہیں ہم
کافر ہوں جو سودا نہو تیرا دلبر

من لائق عشق و ورد عشق تونیم
زنہار کہ ہم نبرد عشق تونیم
چوں آتش عشق تو بر آرد شعلہ ۲۹۲
من دانم و من کہ مرد عشق تونیم

میں اور ترا عشق و غم عشق ترا
اُلفت کا تری نام نہ لینا زیبا
جب شعلۂ آتش محبت بھڑکا ۲۹۲
کیا تاب کروں عشق کا تیرے دعویٰ

عشق تو ز خاص و عام پنہاں حکنیم
در وے کہ ز حد گذشت درماں حکنیم
خواہم کہ دلم بدیگرے میل کند ۲۹۳
من خواہم و دل نخواہد ایں را حکنیم

ہر اک سے ترا عشق چھپاؤں کیونکر
کیا چارہ بڑھا درد جو حد سے دلبر!
دل اور کسی سے جو لگانا چاہوں ۲۹۳
اس دل کو کروں کیا کہ مٹا ہے تجھپر

دارم ز خدا خواہش جنّاتِ نعیم
زاہد بہ ثواب و من بہ اُمیدِ عظیم
من دست تہی میبردم او تحفہ بدست ۲۹۴
تا زیں دو کدام خوش کند طبعِ کریم

میں چاہتا ہوں خدا سے جنات نعیم
زاہد کو ثواب - مجکو امید عظیم
میں دست تہی اور ہے وہ تحفہ بدست ۲۹۴
اب دیکھئے خوش کس کو کرے طبع کریم

ما در رہِ سودائے تو منزل کردیم
سوزیست مرا کہ آتش بدل کردیم
در شہر مرا میان چشم میخوانند ۲۹۵
نیکو نامی ز عشق حاصل کردیم

سودائے محبت ہے ہماری منزل
اس آگ سے ہر وقت ہے سوزاں مرا دل
آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں ہمیں اہل جہاں ۲۹۵
اُلفت کی بدولت ہے یہ رتبہ حاصل

جہدے بکنم کہ دل ز جاں برگیرم راہ سر کوئے دلستاں برگیرم

چوں پردہ میانِ دل و دلدار منم ۲۹۶ برخیزم و خود را ز میاں برگیرم

کوشاں ہوں کہ دل جان سے ہو جائے جدا اور کوچۂ جاناں میں جماؤں ڈیرا

جب خود دل و دلدار میں پردہ ہوں میں ۲۹۶ اپنے کو اُٹھانا۔ درمیاں سے اچھا

سرمایۂ غم زدوست آساں ندہم دل بر نکنم از دوست کہ تا جاں ندہم

از دوست کہ یادگار دردے دارم ۲۹۷ آں درد بصد ہزار درماں ندہم

چھوڑوں گا نہ میں اُلفت دلدار کا غم عشق اُس کا ہے دل میں ہے جبتک یہ دم

یہ درد ہے یادگار جاناں گویا ۲۹۷ جائیگا نہ یہ گرچہ ہوں درماں بہم

یارب ز کمالِ لطف خاصم گرداں واقف بحقائق خواصم گرداں

از عقل جفا کار دل افگار شدم ۲۹۸ دیوانۂ خود کن و خلاصم گرداں

تو فضل سے یارب مجھے اپنا کر لے کھول اُن کے حقائق جو ہیں بندے تیرے

دل عقل جفا کار سے زخمی ہے مرا ۲۹۸ دیوانہ بنا اپنا۔ چھڑا کر اُس سے

یارب تو مرا بیار و مساز رساں آوازۂ دردِ من ہم آواز رساں

آنکس کہ من از فراق او غمگینم ۲۹۹ او را بمن و مرا باو باز رساں

یارب مرے دلدار سے تو مجکو ملا یہ نالۂ درد و درد اُس تک پہنچا

میں ہجر میں ہوں اُس کے نہایت غمگیں ۲۹۹ میں اُس سے ملوں۔ مجھسے ملے یار مرا

فریاد ز سنگ دلی و زنگی شاں
وز چشم سیاہ و صورت زنگی شاں
از اوّل شب تا بدم آخر شب ۳۰۰
اینہا ہمہ در رقص و منم چنگی شاں

فریاد ہے بد شکل گو تیوں سے خدا
آنکھیں ہیں سیہ رنگ ہے کالا جن کا
یہ شام سے تا صبح رہے رقص کناں ۳۰۰
تکلیف سے رات بھر میں بیچین رہا

بختے نہ کہ با دوست در آمیزم من
صبرے نہ کہ عشق بہ پرہیزم من
دستے نہ کہ با قضا در آویزم من ۳۰۱
پائے نہ کہ از زمانہ بگریزم من

ایسا نہ نصیبا کہ ملے یار مرا
اُلفت ہی کو چھوڑ دوں مجھے صبر اتنا
ہیں میرے نہ وہ ہاتھ قضا سے جو لڑوں ۳۰۱
بھاگوں جو کہیں ایسے کہاں پاؤں بھلا

اے نالہ گرت ہمیست اظہارے کن
واں غافل مست را خبردارے کن
اے دست محبّت و ولایت مدد ۳۰۲
وائے باطن شرع مصطفیٰ کارے کن

اے نالہ اگر دم ہے تو اظہار بھی کر
اُس غافل مست کو خبردار بھی کر
اے دست محبت و ولایت مدد ۳۰۲
اے باطن شرع مصطفیٰ کار بھی کر

افتادہ بہم بگوشۂ بیت حزن
غمہائے جہاں مونس غمخانۂ من
یارب تو بفضل خویش و ندان مرا ۳۰۳
بخشائے بروح حضرت اویس قرن

گھر کیا ہے مرا گویا ہے اک بیت حزن
مونس مرے دنیا میں سبھی رنج و محن
ہو جائیں درست دانت میرے یارب ۳۰۳
بخشش ہو طفیل حضرت اویس قرن

یارب ز قناعتم تونگر گرداں
وز نور یقیں دلم منوّر گرداں
احوال من سوختۂ سرگرداں
بے منّتِ مخلوق میسّر گرداں ۳۰۴

یارب تو قناعت سے تونگر کر دے
اور نور یقیں سے دل منور کر دے
مجھ سوختہ احوال کو سب کچھ مولا
بے منّتِ مخلوق میسّر کر دے ۳۰۴

رویت دریائے حُسن و لعلت مرجاں
زلفت عنبر صدف دہاں دُر دنداں
ابرو کشتی و چین پیشانی موج
گرداب بلا غبغب و چشمت طوفاں ۳۰۵

چہرہ ہے جو بحرِ حسن لب ہیں مرجاں
زلفیں عنبر۔ صدف دہاں۔ دُر دنداں
ماتھے کی شکن موج ہے۔ ابرو کشتی
گرداب بلا غبغب اور آنکھیں طوفاں ۳۰۵

تا لعلِ تو دل فروز خواہد بودن
کارم ہمہ آہ و سوز خواہد بودن
گفتی کہ بخانۂ تو آیم روزے
آں روز کدام روز خواہد بودن ۳۰۶

جبتک ہے لبِ لعل دل افروز ترا
ہے آہ۔ مرا کام تڑپنا جلنا
تھا قول ترا آؤں گا اک دن ترے گھر
وہ کونسا دن ہوگا زمانہ سے نیا ۳۰۶

جان است و زبان است زبان دشمن جاں
گر جانت بکار است نگہدار زباں
شیریں سخنی بگفت شاہ سخناں
سر برگ درخت است زباں بادِ خزاں ۳۰۷

ہے دشمن جان۔ تیری زباں جانِ جہاں
قابو میں مناسب ہے تجھے رکھنا زباں
کیا بات کہی شاہ سخن نے میٹھی
سر۔ برگ درخت ہے۔ زباں بادِ خزاں ۳۰۷

شوریدہ دلے و قصۂ گردوں گردوں
گریاں چشمے و اشک جیحوں جیحوں

۳۰۸

کاہیدہ تنے و شعلہ خرمن خرمن
ہر شعلہ زکوہ قاف افزوں افزوں

شوریدہ ہے دل قصہ ہے گردوں گردوں
گریاں ہے آنکھ اشک جیحوں جیحوں

۳۰۸

کاہیدہ ہے جسم و شعلہ خرمن خرمن
ہر شعلہ ہے کوہ قاف سے بھی افزوں افزوں

در درگہ ما دوستی یک دلہ کن
ہر چیز کہ غیر ماست آنرا یلہ کن

۳۰۹

یک صبح باخلاص بیا بر در ما
گر کار تو بر نیاید آنگہ گلہ کن

آ درگہ مولا میں تو یکسو ہو کر
جو غیر خدا ہے دل سے کر دے باہر

۳۰۹

درگاہ میں صبح صبح۔ اخلاص سے آ
پھر کام نہ ہو تو لا شکایت لب پر

فریاد ز دست فلک پیر دون
کاندر بر من نہ نو بہشت و نہ کہن

۳۱۰

با این ہمہ نیز شکر می باید کرد
گر زیں بترم کند کہ گوید کہ مکن

اس چرخ ستمگار نے وہ ڈھائے ستم
کچھ بھی نہ رہا پاس مرے اسکا ہے غم

۳۱۰

با ایں ہمہ لاتا ہوں بجا شکر خدا
بد تر ہو جو حال کون مارے پھر دم

زو شعلہ بدل آتش پنہانی من
ز اندازہ گذشت محنت جانی من

۳۱۱

معذورم اگر سخن پریشاں افتاد
معلوم شود مگر پریشانی من

دل سوز دروں سے جلا خاک ہوا
ہے جان پر اب حد سے زیادہ صدمہ

۳۱۱

باتوں میں بہکتا ہوں تو معذور ہوں میں
جلتا ہے مرے حال کا اس سے ہی پتا

دنیا گذراں محنتِ دنیا گذراں ـ نے بر بدراں ماند و نے بر پسراں
تا بتوانی عمر بطاعت گذراں ۳۱۲ بنگر کہ فلک چہ می کند با دگراں

یہ دہر و غم دہر ذرا عوز لو کہ گذرینگے سبھی یہ وہ پدر ہو کہ پسر
طاعت میں گذار عمر حتی الامکاں ۳۱۲ اوروں پہ ستم چرخ کے رکھ مد نظر

گر سقف سپہر گرد و آئینہ چیں ور تختۂ فولاد شود روئے زمیں
از روزئی تو کم نشود داں بیقیں ۳۱۳ می داں کہ چنین ست و چنین ست و چنیں

گر سقفِ فلک آئینۂ چیں ہو جائے اور روئے زمیں تختۂ فولاد بنے
جو کچھ بھی ہو لیکن یہ سمجھ لے بہ یقیں ۳۱۳ کم ہوگا نہ اک روز تری روزی سے

درویشی کن و قصدِ درِ شاہ مکن وز دامنِ فقر دست کوتاہ مکن
اندر دہنِ مار شو و مال مجوئے ۳۱۴ در چاہ نشین و طلب جاہ مکن

درویش ہوا ور قصد درِ شاہ نہ کر تو فقر کے دامن سے ہاتھ کوتاہ نہ کر
جا سانپ کے منہ میں۔ طالب مال نہ ہو ۳۱۴ رہ چاہ میں لیکن طلب جاہ نہ کر

اے زلفِ مسلسلت بلائے دلِ من وے لعلِ لبت گرہ کشائے دلِ من
من دل نہ ہم بلے ورائے دلِ تو ۳۱۵ تو دل نہ ہی اگر ورائے دلِ من

میرے لیئے یہ زلف مسلسل ہے بلا تیرا لب لعلیں۔ گرہ کشا ہے دل کا
دل تیرے سوا دوں نہ کسی اور کو میں ۳۱۵ گر تو بھی نہ دے غیر کو دل میرے سوا

بر گوشِ دلم زغیب آواز رساں مُرغِ دلِ خستہ را بہ پرواز رساں
یارب کہ بدوستیٔ مردانِ رہت ۳۱۶ ایں گم شدہ مرا بمن باز رساں

کانوں کو مرے غیب کی آواز سُنا یہ مُرغِ دل اُڑنے لگے طاقت پہنچا
جو تیرے ہیں دوست اُن کا صدقہ یارب ۳۱۶ ملجائے مجھے اب دلِ گم گشتہ مرا

اے خالقِ ذوالجلال و حیّ رحمٰن سازندۂ کارہائے بے سامانان
خصمانِ مرا مطیعِ من می گرداں ۳۱۷ بیرحماں را رحیمِ من می گرداں

اے خالقِ ذوالجلال تو ہے رحمٰن تو کام بناتا ہے جو ہیں بے سامان
دشمن کو مرے مطیع میرا کردے ۳۱۷ ہو جائیں رحیم مجھپہ ظالم انساں

اے چشمِ من از دیدنِ رویت روشن از دیدنِ رویت شدہ خرّم دلِ من
رویت شدہ گُل خرّم و خنداں گشتہ ۳۱۸ روشن مہِ من گشتہ ز رویت دلِ من

ہے آنکھ مری دید سے تیرے روشن دیدار سے میں خوش ہوں ترے غنچہ دہن
گُل ہو گیا باغ باغ دیکھا جو تجھے ۳۱۸ روشن مرا دل تجھ سے ہوا سیم بدن

در راہِ یگانگی نہ کفر است و نہ دیں یک گام ز خود برون نہ و راہ بہ بیں
اے جانِ جہاں تو راہِ اسلام گزیں ۳۱۹ با مارِ سیہ نشین و با خود منشیں

وحدت میں برابر ہے وہ ہو کفر کہ دیں تو اپنا قدم بڑھا خودی کھو کے کہیں
تو لے۔ رہِ اسلام۔ ہے مشہور مثل ۳۱۹ "با مارِ سیہ نشین و با خود منشیں"

شد دیدہ بعشق رہنمونِ دلِ من
تا کردہ پُر از غصہ درونِ دلِ من
زنہار دلم اگر نماند روزے ۳۲۰
از دیدہ طلب کنند خونِ دلِ من

الفت میں یہ آنکھ رہنما ہے دل کی
ہے رنج سے پُر دل کی مرے پہنائی
جانثار ہا دل اگر کسی روز مرا ۳۲۰
دیّت کی مری آنکھوں سے ہوگی طلبی

دارم اسلے زور و چنداں خنداں
باگریہ تواں گفت نہ خنداں خنداں
دُرّ و گہرم جملہ بتاراج برفت ۳۲۱
واں دُرّ و گہر چہ بود دنداں دنداں

تکلیف سے ہوں درد کی اتنا مضطر
کہہ سکتا ہوں ہنسکر نہ اُسے میں رو کر
موتی مرے جتنے تھے وہ برباد گئے ۳۲۱
یعنی وہ دانت تھے جو مانندِ گہر

اے آنکہ ترا است عار از دیدنِ من
مہرت باشد بجائے جاں در تنِ من
آں دستِ نگار بستہ خواہم کہ گہے ۳۲۲
باخونِ ہزار کشتہ در گردنِ من

اے وہ! کہ مجھے دیکھنا ہے تجھکو عار
ہے مہر تری تن میں مرے جان اے یار
خواہش ہے کہ گردن میں حمائل ہو وہ ہاتھ ۳۲۲
جو خون سے کشتوں کے ہو رنگین ہر بار

یارب نظرے برمن سرگرداں کن
لطفے بمن دل شدۂ حیراں کن
بامن مکن آنچہ من سزائے آنم ۳۲۳
آنچہ از کرم و لطفِ تو آید آں کن

یارب نظرِ کرم پریشاں ہوں میں
ہو لطف کہ دل خستہ و حیراں ہوں میں
جس جرم کے قابل ہوں نہ دے اُس کی سزا ۳۲۳
تیرے کرم و لطف کا خواہاں ہوں میں

سہل ست مرا بر مہر خنجر بودن | یا بہر مراد خویش بے سر بودن
تو آمدۂ کہ کافرے را بکشی | غازی چو توئی خوش ست کافر بودن ۳۲۴

مشکل نہیں مجکو تہ خنجر ہونا | آسان ہے پئے مراد بے سر ہونا
جب تجھ سا ہو غازی پئے قتل کافر | ثابت ہوا پھر کفر کا بہتر ہونا ۳۲۴

در راہ خدا حجاب شد یک سوزن | رو جملہ بکار خویش را یک سوزن
درماندۂ نفس خویش گشتی و مرا | یکسو غم مال و دختر و یکسو زن ۳۲۵

ہو جبکہ حجاب رہِ حق اک سوئی | سب چھوڑ کے لازم ہے تجھے یکسوئی
تو نفس سے اپنے عاجز آیا مجکو | فکر زر و مال و زن و دختر ہی رہی ۳۲۵

اے غم گذرے بکوئے بدناماں کن | فکرِ من سرگشتۂ بے ساماں کن
زاں ساغر لبریز کہ پُر می زغمست | یک جرعہ بکار بے سر انجاماں کن ۳۲۶

رسوائے محبت کی گلی میں آکر | اے غم مری فکر کر کہ ہوں میں مضطر
اُس جام سے جو ہے مے غم سے لبریز | اک جرعہ کہ خوش جس سے ہوں ہم خستہ جگر ۳۲۶

اے شمع چو ابر گریہ و زاری کن | وے آہِ جگر سوز سیہ داری کن
چوں بہرۂ وصل او نداری اے دل | دنداں بجگر نہ و جگر خاری کن ۳۲۷

رو ابر کی مانند تو اے شمعِ سحر | لازم ہے کہ ماتم کرے تو آہِ جگر
جب وصل ہی ہوتا نہیں اُس کا اے دل | تکلیف و غم و رنج اُٹھا آٹھ پہر ۳۲۷

خواہی کہ کسے شوی ز ہستی کم کن ناخوردہ شراب وصل مستی کم کن
۳۲۸
بازلفِ بتاں دراز دستی کم کن بت را چہ گنہ تو بت پرستی کم کن

کچھ ہونا ہے مقصود۔ تو ہستی کم کر مے وصل کی جب نہ پی تو مستی کم کر
۳۲۸
تو زلفِ بتاں پہ ہاتھ ہرگز نہ بڑھا کیا بت کا گناہ بت پرستی کم کر

رفتم بہ طبیب و گفتم از دردِ نہاں گفتا کہ ز غیرِ دوست بر بند زباں
۳۲۹
گفتم کہ غذا؟ گفت ہمیں خونِ جگر گفتم ز چہ پرہیز؟ گفت از ہر دو جہاں

جاکر جو طبیبوں سے کہا دردِ نہاں بولے کہ بجز یار نہ کھول اپنی زباں
۳۲۹
پوچھا کہ غذا؟ کہا۔ یہی خونِ جگر پرہیز جو پوچھا۔ تو کہا۔ ہر دو جہاں

آں دوست کہ مستِ عشق او دشمنِ جاں برباد ہمی دہد غمش خرمنِ جاں
۳۳۰
من در طلبش دربدر و کوئے بکوئے او در دل و دست کردہ در گردنِ جاں

وہ یار۔ کہ ہے دشمنِ جاں مست اُسکا برباد۔ محبت نے مجھے اُس کی کیا
۳۳۰
پھرتا ہوں میں دربدر طلب میں اُسکی وہ دل میں ہے نزدیک رگِ جاں سے سوا

اے عشقِ تو مایۂ جنونِ دلِ من حسنِ رخِ تو ریختہ خونِ دلِ من
۳۳۱
من دانم و دل کہ در وصالت چونم کس را چہ خبر ز اندرونِ دلِ من

اُلفت میں تری دل مرا دیوانہ ہوا سُرخی نے ترے چہرے کی دل خون کیا
۳۳۱
ہے وصل میں جو حال وہ میں جانتا ہوں کیا جانے کوئی حال جو ہے اس دل کا

بگریختم از عشق تو اے سیمیں تن
باشد کہ ز غم باز رہم مسکین من
عشق آمد و از نیم رہم باز آورد ۳۳۲
مانندۂ خونیاں رسن در گردن من

میں عشق سے بھاگا ترے اے سیمیں تن
شاید کہ چھٹوں اس سے جو ہے رنج و محن
بس عشق نے آلیا مجھے رستہ میں ۳۳۲
خونی کی طرح ڈالدی گردن میں رسن

عشق آں صفتے نیست کہ بتواں گفتن
ویں دُر بسر الماس نشاید سُفتن
سوداست کہ میر نم واللہ کہ عشق ۳۳۳
بگر آمد و بگزر ہم بنخواہد رفتن

ہے عشق صفت وہ کہ بیاں ہو کس سے
دُر نوک سے ہیرے کی پروئے کس نے
سودا ہے مجھے وگرنہ واللہ یہ عشق ۳۳۳
ہے بکر ازالہ کی نہ قدرت ہے مجھے

مارا نبود دلے کہ کارے آید از و
جز نالہ کہ دمے ہزار آید از و
چنداں بگر یم کہ کوچہا گل گردد ۳۳۴
نے روید و نالہ ہائے زار آید از و

دل وہ ہے ۔ ہمارا کہ نہ کچھ کام کرے
ہاں نالے ہزار ۔ ایک دم میں کرلے
گلیوں میں ہوئی رونے سے میرے کیچڑ ۳۳۴
نے کے بدلے پھر اُس میں سے نکل ہیں اُگے

شبہائے دراز اے دریغا بے تو
درد و فراق اے دریغا بے تو
تو خفتہ بناز اے دریغا بے تو ۳۳۵
من در تب و تاب اے دریغا بے تو

بے تیرے دراز راتیں تنہا ۔ افسوس
یہ درد و فراق و ہجر تیرا ۔ افسوس
آرام سے تو سوتا ہے شب بھر اور میں
بیتاب جدائی میں ۔ دریغا ۔ افسوس

سودائے سر بے سر و ساماں یکسو
بے مہری چرخ دور گرداں یکسو
اندیشۂ خاطر پریشاں یکسو
اینہا ہمہ یکسو غم جاناں یکسو ۳۳۶

سودائے سر بے سر و ساماں ہے الگ
بے مہری چرخ دور گرداں ہے الگ
اندیشۂ خاطر پریشاں ہے الگ
یہ سب ہیں الگ اور غم جاناں ہے الگ ۳۳۶

اے دل چو فراق یار دیدی خوں شو
وے دیدہ موافقت بکن جیحوں شو
اے جان تو عزیز تر نۂ از یارم
بے یار نخواہمت ز تن بیروں شو ۳۳۷

اے دل غم فرقت میں لہو ہو جانا
اے آنکھ بہا ہجر میں رو کر دریا
اے جان نہیں یار سے تو زیادہ عزیز
بے یار مرے جسم میں کیا کام ترا ۳۳۷

اے آمدہ کار من بجاں از غم تو
تنگ آمدہ بر دلم جہاں از غم تو
ہاں اے دل و دیدہ تا بسر نکنم
خاک ہمہ دشت خاوراں از غم تو ۳۳۸

غم میں ترے جینا ہے مجھے سخت وبال
دنیا ہے ترے ہجر میں مجکو جنجال
ہاں! اسے دل و دیدہ بس کرنا جب تک
خاک دشت خاوراں لوں سر پر ڈال ۳۳۸

ہاں یاراں ہوئے ہا جواں مرداں ہو
مردی کنی و نگاہداری سر کو
گر تیر جہاں رسد کہ بشگافد مو
باید کہ ز یک دگر نگردانی رو ۳۳۹

ہو حق کرو۔ ہاں شور مچاؤ یارو
ڈٹ جاؤ بہادرو! گلی سے نہ ہٹو
دنیا کا جو تیر آکے چیرے اک بال
لازم ہے کہ منہ نہ موڑو سب آگے رہو ۳۳۹

عشق است کہ شیر نر زبوں آید ازو
از ہر چہ گماں بری فزوں آید ازو
گہ دشمنی کند گہ مہر افزاید
گہ دوستی گہ بوئے خوں آید ازو ۳۴۰

یہ عشق وہ ہے شیر کو کرتا ہے زبوں
قوت میں ہر اک چیز سے ہے یہ افزوں
کرتا ہے عداوت تو کبھی مہر و کرم
کرتی ہے کبھی دوستی سے بوئے خوں ۳۴۰

دورم اگر از سعادتِ خدمتِ تو
پیوستہ دلست آئینۂ طلعتِ تو
از گرمیٔ آفتابِ ہجرم چہ غم ست
دارم چو پناہ سایۂ دولتِ تو ۳۴۱

ہر چند کہ خدمت سے تری دور رہا
طلعت کا تری آئینہ۔ دل ہے مرا
کیا گرمیٔ آفتاب ہجراں کا ہو غم
ہے سایۂ دولت ترا مجھپر چھایا ۳۴۱

اے نالۂ پیر خانقاہ از غمِ تو
وے گریۂ طفلِ بے گناہ از غمِ تو
افغانِ خروسِ صبحگاہ از غمِ تو
آہ از غمِ تو ہزار آہ از غمِ تو ۳۴۲

ہے نالۂ پیر خانقاہ غم میں ترے
ہے گریۂ طفل بے گناہ غم میں ترے
مصروفِ فغاں غم میں ترے مرغِ سحر
اے آہ غم ہزار آہ غم میں ترے ۳۴۲

اے آئینہ را دادہ جلا صورتِ تو
یک آئینہ کس ندیدبے صورتِ تو
نے نے کہ زلطف در ہمہ آئینہ ہا
خود آمدہ بدیدن صورتِ تو ۳۴۳

آئینہ کو دی ہے تری صورت نے جلا
خالی تری صورت سے نہیں آئینہ
بلکہ بہزار مہربانی خود ہی
موجود ہوا دیکھنے اپنا جلوا ۳۴۳

درد دلِ من دواش میدانی تو — سوزِ دلِ من سزاش میدانی تو
من غرقِ گنہ پردۂ عصیاں درپیش ۳۴۴ پنہاں چہ کنم کہ فاش میدانی تو

واقف ہے دوائے دردِ دل سے تو ہی — اب تو ہی بجھائیگا مرے دل کی لگی
ہوں غرقِ گنہ پردۂ عصیاں درپیش ۳۴۴ کیا تجھ سے چھپاؤں تجھپہ ظاہر ہے سبھی

من می شنوم کہ می نبخشائی تو — ہر جا کہ شکستہ ایست آنجائی تو
ماجملہ شکستگانِ درگاہِ تو ایم ۳۴۵ درحالِ شکستگاں چہ فرمائی تو

سُنتا ہوں میں یہہ کہ بخشدیتا ہے تو — جس جا کہ ہیں دل شکستہ اُس جا ہے تو
ہیں حاضر درگاہ دل شکستہ سارے ۳۴۵ کیا دیتا ہے تو حکم کہ مولا ہے تو

اے سبزی سبزۂ بہاراں از تو — وے سُرخی روئے گلعذاراں از تو
آہ دل واشکِ بیقراراں از تو ۳۴۶ فریاد کہ باد از تو و باراں از تو

سرسبز ہیں سبزہ زار تجھ سے سارے — ہیں تجھسے ہی گلعذار رنگت والے
سب تیرے لئے کرتے ہیں آہ وزاری ۳۴۶ فریاد! ہوا تجھسے ہے باراں تجھ سے

اے پیر و جوانِ دہر شاد از غمِ تو — فارغ دلِ ہیچکس مباد از غمِ تو
سرگرد انم چو گردِ باد از غمِ تو ۳۴۷ سرگرد انم چو گرد باد از غمِ تو

غم سے ترے ہیں شاد سبھی پیر و جواں — ایسا نہو اس غم سے ہو خالی انساں
اس عالمِ خاکی ہیں یہ مسکیں عاجز ۳۴۷ غم سے ہے بگولے کی طرح سرگرداں

۳۴۸

اے شعلۂ طور۔ طور پُر نور از تو — وے مست بہ نیم جرعہ منصور از تو
ہر شئے جہاں جہاں نشور از تو — من از تو مست از تو و مخمور از تو

۳۴۸

اے شعلۂ طور۔ طور تجھ سے پُر نور — ہے مست بہ نیم جرعہ تجھ سے منصور
تجھ سے ہے جہاں اور جہاں کی ہر شے — میں تجھ سے ہوں مست۔ مست تجھ سے منصور

۳۴۹

اے کعبہ پرست چیست کین من و تو — صاحب نظر ند خوردہ بین من و تو
گر بر سنجند کفر و دین من و تو — دانند نہایت یقین من و تو

۳۴۹

کیا کعبہ پرست! کینہ ہے میرا تیرا — ہم دونوں میں عیب اہلِ نظر نے پایا
جا پنچیں وہ اگر دونوں کے کفر و دیں کو — تو غایت ایمان کا لگالیں وہ پتا

۳۵۰

از دیدہ سنگ خوں چکاند غم تو — بیگانہ و آشنا ندانند غم تو
در دے خورم و غمت ہمی نوش کنم — تا آنکہ بکس دگر نماند غم تو

۳۵۰

خوں روتا ہے پتھر بھی یہ ہے تیرا غم — فرق اپنے پرائے میں نہیں کرتا غم
میں اسلئے کھاتا ہوں۔ غم و درد ترا — ہو جائے کسی کا نہ کبھی حصہ غم

۳۵۱

ابر از دہقاں کہ ژالہ می رویدازو — وحشت از مجنوں کہ لالہ می رویدازو
خلد از صوفی و حورِ عیں از زاہد — از ما دلکے کہ نالہ می رویدازو

۳۵۱

دہقاں کے لئے ابر۔ جس سے اولے برسے — مجنوں کے لئے دشت۔ لالہ جس سے اُگے
صوفی کے لئے خلد۔ حور زاہد کے لئے — ننھا سا ہے دل میرا۔ جس سے نالہ نکلے

جان و دلِ من فدائے خاکِ درِ تو
گر فرمائی بدیدہ آیم بر تو
وصلت گوید کہ تو نداری سرِ ما
بے سر باد ہر آنکہ ندارد سرِ تو ۳۵۲

قربان دل و جان ہے خاکِ درِ پر تیرے
ہو حکم تو آنکھوں سے میں آؤں چل کے
کہتا ہے ترا وصل "نہیں تیری طلب
مر کر بھی نہ نکلیگی یہ خواہش دل سے ۳۵۲

اے در دلِ من اصلِ تمنا ہمہ تو
وے در سرِ من مایۂ سودا ہمہ تو
ہر چند بروزگار در می نگرم
امروز ہمہ توئی و فردا ہمہ تو ۳۵۳

ہے دل کی مرے اصلِ تمنا توہی
سر میں ہے مرے باعثِ سودا توہی
عالم کو بغور میں نے دیکھا بھالا
موجود ہر اک آن ہے مولا توہی ۳۵۳

اے شمع دلم قامتِ سنجیدۂ تو
وصلِ تو حیاتِ ایں ستمدیدۂ تو
چوں آئینہ پر شد دلم از عکسِ رُخت
سوئیت نگرم ولیک از دیدۂ تو ۳۵۴

دل کی مرے شمع قدِ موزوں تیرا
ہے وصل ترا حیات میری گویا
روشن ہوا جب عکس سے تیرے میرا دل
پھر آنکھ سے تیری تجھے میں نے دیکھا ۳۵۴

زلفت بکشی شب دراز آید ازو
ور بگذاری زچنگل۔ باز آید ازو
ور پیچ و خمش زیکدگر باز کنی
عالم عالم مشک فراز آید ازو ۳۵۵

اُس زلف کو تو پکڑے تو شب ہو پیدا
گر چھوڑے تو ہو باز کا پیدا انقشا
گر کھولدے تو پیچ و خم اُس کے اِکبار
خوشبو سے معطر ہو یہ ساری دنیا ۳۵۵

من کیستم آتش بدل افروختہ — بر خرمن عشق چشم خود دوختہ
در راہِ وفا چو سنگ و آتش گردم — شاید کہ رسم بصحبت سوختہ ۳۵۶

میں کون ہوں؟ آتش بدل افروختہ ہوں — جز خرمن عشق - آنکھ نہ اپنی کھولوں
میں راہِ وفا میں آگ پتھر ہو کر — صحبت میں کسی سوختہ تن کے پہنچوں ۳۵۶

اے چشم تو چشمۂ چشم ہمہ — بے چشم تو نور نیست در چشم ہمہ
چشم ہمہ را نظر بسوئے تو بود — از چشم تو چشمہاست در چشم ہمہ ۳۵۷

ہے آنکھ تری چشمۂ چشم عالم — تو نور نظر ہے تری آنکھوں کی قسم
ہے تیری طرف لگی ہوئی سب کی آنکھ — ممکن ہے کہ ہو جائے تری چشم کرم ۳۵۷

ہجران ترا چو گرم شد ہنگامہ — بر آتش من قطرہ فشاں از خامہ
من رفتم و مرغ روح من پیش تو ماند — تا ہمچو کبوتر از تو آرد نامہ ۳۵۸

فرقت کا تری گرم جو بازار ہوا — اس آگ پہ تو قطرہ قلم سے ٹپکا
میں تجھ سے جدا - چھوڑ کے ہوں طائر روح — تاکہ مرے پاس لائے تیرا نامہ ۳۵۸

دارم صنمے چہرہ برافروختہ — با جور و جفا و ستم آموختہ
او عاشق دیگرے و من عاشق او — پروانہ صفت سوختہ سوختہ ۳۵۹

غصہ میں ہوا سرخ بھبوکا مرا یار — ہے جور و جفا سے اسے ہر دم سروکار
وہ اور پہ عاشق ہے - میں عاشق اسکا — پروانہ صفت سوختہ تن پر ہوں نثار ۳۵۹

در گفتنِ ذکرِ حق زباں از ہمہ بہ — طاعت کہ بشب کنی نہاں از ہمہ بہ

۳۶۰

خواہی کہ ز پُلِ صراط آساں گذری — ناں دہ بجہانیاں کہ ناں از ہمہ بہ

ہر کام سے ہے ذکرِ خدا اسکا اچھا — بہتر ہے جو ہو طاعتِ شب پوشیدہ

۳۶۰

آسان جو پُلِ صراط پہ چاہے گذر — بھوکوں کو کھلا کہ خوش ہو رازق تیرا

چشمم کہ سرشک لالہ گوں آوردہ — وز ہر مژہ قطرہ ہائے خوں آوردہ

۳۶۱

بے نے بنظارہ ات دل خوں شدہ ام — از روزنِ سینہ سر بروں آوردہ

آنکھوں سے مری جو لالہ گوں اشک بہے — پلکوں پہ جو ہیں میرے لہو کے قطرے

۳۶۱

سینہ سے مرے خوں شدہ دل نکلے یا — سر اپنا نکالا ہے کہ تجکو دیکھے

اینک سر کوئے دوست اینک سرِ راہ — گر تو نروی روندگاں را چہ گناہ

۳۶۲

جامہ چہ کُنی کبود و نیلی و سیاہ — دل صاف کن و قبا ہمی پوش و کلاہ

یہ کوچۂ جاناں ہے یہ اُس کا رستہ — جائے جو نہ تو قصور اس میں کس کا

۳۶۲

کرتا ہے لباس کیوں سیاہ نیلا اور سُرخ — دل صاف رکھ اور پہن یہی کلاہ اور قبا

دنیا طلباں ز حرص مستند ہمہ — موسیٰ کش و فرعون پرستند ہمہ

۳۶۳

ہر عہد کہ با خدائے بستند ہمہ — از دوستیٔ حرص شکستند ہمہ

ہیں حرص میں مست طالبانِ دنیا — فرعون کو پوجیں کریں قتلِ موسیٰ

۳۶۳

اللہ سے ہر عہد اُنھوں نے کہ کیا — مغلوب ہوئے حرص سے اُس کو توڑا

ما درویشاں نشستہ در تنگ درہ
گہ قرص جوے خوریم گہ پشت برہ
پیرانِ کہن دانند و میرانِ سرہ ۳۶۴
ہر کس کہ بما بدنگرد جاں نبرہ

درویش ہیں ہم منزوی و گوشہ نشیں
کھاتے ہیں کبھی گوشت کبھی نان جویں
سب جانتے ہیں وہ اُمرا ہوں کہ فقیر ۳۶۴
وہ مٹ گیا کی ہم پہ نظر بد جو کہیں

اے روئے تو مہرِ عالم آرائے ہمہ
وصل تو شب و روز تمنائے ہمہ
گر با دگراں بہ ازمنی وائے بمن ۳۶۵
ور با ہمہ کس ہمچو منی وائے ہمہ

چہرہ ترا مہر عالم آرا سب کا
سب چاہتے ہیں وصل شب و روز ترا
افسوس ہے مجھ پر جو ہوا ور دل پہ کرم ۳۶۵
افسوس ہے سب پر جو ہو میری سی جفا

من کیستم از خویش بہ تنگ آمدہٗ
دیوانہ یا خود بہ جنگ آمدہٗ
دوشینہ بکوے دوست از شکم گشت ۳۶۶
تا لیدنِ پائے دل بسنگ آمدہٗ

میں وہ ہوں کہ جینے سے بھی نفرت ہی مجھے
دیوانہ ہوں میں لڑتا ہوں اپنے ہی سے
گویا تھے اشک پاؤں دل کے ٹھوکر کھا کر ۳۶۶
کل اُس کی گلی میں ٹوٹے اور نالہ بنے

اے نیک نہ کردہ و بدیہا کردہ
وآنگاہ بہ لطفِ حق تولا کردہ
بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود ۳۶۷
ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

نیکی تو نہ کی عمر بُرائی میں کٹی
امید پھر اُس پہ لطف حق کی کیسی
تو غرہ نہ کر عفو پہ ہرگز ۔ کہ نہ ہو ۳۶۷
نیکی کی جزا بدی ۔ بدی کی نیکی

جز وصل تو دل بہر چہ بستم توبہ | بے یاد تو ہر جا کہ نشستم توبہ

۳۶۸

در حضرتِ تو توبہ شکستم صد بار | زیں توبہ کہ صد بار شکستم توبہ

دل جس سے بجز تیرے لگایا توبہ | غافل تجھ سے۔ جس جگہ کہ بیٹھا توبہ

۳۶۸

سو بار ترے حضور میں ہے۔ توبہ توڑی | سو مرتبہ۔ میں نے توڑی۔ توبہ۔ توبہ

معمورۂ دل بعلم آراستہ بہ | معمورۂ جاں زکینہ پیراستہ بہ

۳۶۹

از ہستیٔ خود ہر چہ تواں کاستہ بہ | ہر چیز کہ زغیر تست ناخواستہ بہ

آراستہ ہو علم سے وہ دل اچھا | باطن وہ ہے جسمیں نہو کچھ بھی کینا

۳۶۹

ہستی سے ہو جو چیز بھی کم ہے بہتر | ہر شے کی طلب فضول ہی تیرے سوا

پاکی و منزّہی و بے ہمتائی | کس را نبود ملک بایں زیبائی

۳۷۰

خلقاں ہمہ خفتہ اند خود آگاہی | یارب تو در لطف بما بکشائی

بے مثل ہے پاک ہے منزّا ہے تو | ملک ایسا کسی کا نہیں یکتا ہے تو

۳۷۰

آگاہ ہے تو۔ خلق ہے ساری غافل | کر مجھپہ کرم کہ میرا مولا ہے تو

اے خالقِ ذوالجلال اے یارِ خدائے | تا چند روم در بدر و جائے بجائے

۳۷۱

یا خانۂ امید مرا در بر بند | یا قفلِ مہماتِ مرا در بکشائے

اے خالقِ ذوالجلال اے یارِ خدا | پھرتا رہوں دربدر۔ کہاں تک مولا

۳۷۱

یا دل سے مرے مٹا امید وں کو مری | یا میری مہمات۔ جلد پوری فرما

یا سر کشی عدو را سر کوبے | یا خار و خسے زمانہ را جاروبے
بگرفت دلم ازیں خسیساں یارب | ۳۷۲ حشرے نشرے قیامتے آشوبے

ایسا کوئی ہو کہ سر عدو کا کچلے | یا پاک جہاں کا خس و خاشاک کرے
دل تنگ ہوا ہوں ان کمینوں سے خدا | ۳۷۲ ہو حشر بپا بس اب قیامت آئے

در کوئے خودم مسکن و ماوائے دادی | در بزم وصال خود مرا جا دادی
القصہ بصد کرشمہ و ناز مرا | ۳۷۳ عاشق کردی و سر بصحرا دادی

کوچے میں مجھے اپنے بلایا تو نے | اور بزم وصال میں بٹھایا تو نے
القصہ بصد کرشمہ و ناز و ادا | ۳۷۳ عاشق کیا صحرا میں پھرایا تو نے

اے شاہ ولایت دو عالم مددے | بر عجز و پریشانی حالم مددے
اے شیر خدا زود بفریادم رس | ۳۷۴ جز حضرت تو پیش کہ نالم مددے

اے شاہ ولایت دو عالم مددے | عاجز ہوں نہایت مجھے ہے غم مددے
اے شیر خدا جلد خبر لیجئے مری | ۳۷۴ حضرت کے سوا کون ہے ہمدم مددے

یا گردن روزگار را زنجیرے | یا سر کشئ زمانہ را تدبیرے
ایں زاغوشاں بسے پریدند بلند | ۳۷۵ سنگے چوبے گرزے تفنگے تیرے

یا گردن روزگار میں ہو زنجیر | یا سر کشئ زمانہ کی ہو تدبیر
اڑنے لگے اب زیادہ یہ زاغ صفت | ۳۷۵ گو پھن ہو۔ کہ بندوق ہو۔ یا ہو کوئی تیر

نازار دلے را کہ تو جانش باشی
معشوقہ پیدا و نہانش باشی
زاں می ترسم کہ از دل آزاری تو
دل خوں شود و تو در میانش باشی ۳۷۶

جس دل کی ہے تو جان اُسے ہرگز نہ ستا
معشوق ہے تو ظاہر و باطن دل کا
تو دل کو ستاتا ہے تو ڈرتا ہوں میں
دل خون ہو۔ تو دل میں ہو اے ماہ لقا ۳۷۶

اے شیر خدا امیر حیدر فتحے
وے قلعہ کشائے باب خیبر فتحے
درہائے امید بر رخم لبستہ شدہ
اے صاحب ذوالفقار و قنبر فتحے ۳۷۷

اے شیر خدا، امیر حیدر مدد دے
اے قلعہ کشائے باب خیبر مدد دے
درہائے امید بند اب مجھپہ ہوئے
اے صاحب ذوالفقار و قنبر مدد دے ۳۷۷

اے آنکہ تو دردِ دردمنداں دانی
درمان و علاج مستمنداں دانی
حالِ دلِ خویش را چہ گویم با تو
ناگفتہ تو صد ہزار چنداں دانی ۳۷۸

معلوم ہے دردِ دردمنداں تجکو
آتی ہے دوائے مستمنداں تجکو
کیا حال دل اپنا کہوں۔ بے میرے کہے
معلوم ہے خود ہزار چنداں تجکو ۳۷۸

آنی کہ تو حالِ خستہ حالاں دانی
احوالِ دل شکستہ بالاں دانی
در خوانمت از سینۂ سوزاں شنوی
ور دم نزنم زبان لالاں دانی ۳۷۹

ہے تجھپہ عیاں خستہ دلوں کا احوال
معلوم ہے دل شکستہ مخلوق کا حال
میں دل سے پکاروں تجھے تو جب بھی سنے
گر چُپ رہوں۔ گونگوں کا بھی ہے تجکو خیال ۳۷۹

گر در یمنی چہ با منی پیش منی
گر پیش منی چہ بے منی در یمنی
۳۸۰
من با تو چنانم اے نگار یمنی
خود در غلطم کہ من توام یا تو منی

دل میں ہے تو ہے یمن میں تو پیش نظر
ہے پیش نظر یمن میں دور دل سے ہے اگر
۳۸۰
یوں ساتھ ہوں میں تیرے نگار یمنی
اپنے یہ ترا ہوتا ہے دھوکا اکثر

یارب در خلق تکیہ گاہم نہ کنی
محتاج گدا و بادشاہم نہ کنی
۳۸۱
موئے سیہ ام سفید کردی بکرم
با موئے سفید رو سیاہم نہ کنی

یارب نہ رہوں خلق کا میں دست نگر
سلطان و گدا کا مجکو محتاج نہ کر
۳۸۱
جب تو نے کئے موئے سیہ میرے سفید
ہو جاؤں نہ رو سیاہ اسکا ہے خطر

حقا کہ اگر چو مرغ پر داشتمے
روزے ز تو صد بار خبر داشتمے
۳۸۲
ایں واقعہ ام اگر نبودے در پیش
کے دیدہ ز دیدار تو بر داشتمے

پر ہوتے اگر میرے تو پھر میں بخدا
ہر روز خبر کو تری اڑ کر جاتا
۳۸۲
یہ امر اگر ہوتا نہ مجکو مانع
ہر وقت تجھے دیکھتا اے ماہ لقا

دردے دارم و سینہ بریانے
عشقے چہ عشق، عشق عالم سوزے
۳۸۳
عشقے دارم و دیدہ گریانے
دردے چہ درد۔ دردے در مانے

دل میں ہے اگر درد تو سینہ بریاں
رہتا ہوں غم عشق سے ہر دم نالاں
۳۸۳
ہے عشق یہی وہ عشق جو عالم کو جلائے
ہے درد یہی وہ جسکا نہ کوئی درماں

گر شہرہ شوی بشہر شر الناسی
ور خانہ نشینی ہمگی وسواسی
بہ زاں نبود کہ ہمچو خضر و الیاس ۳۸۴
کس نشناسد ترا تو کس نشناسی

تو سب سے برا اگر ہو تیری شہرت
وسواس کی ہے خانہ نشینی علت
دیکھے نہ تجھے کوئی خضر و الیاس کی طرح ۳۸۴
ہر ایک کو تو دیکھے۔ ہو ایسی عزلت

دنیائے دنی پر ہوس راچہ کنی
آلودۂ ہر ناکس و کس راچہ کنی
آں یار طلب کن کہ ترا باشد و بس ۳۸۵
معشوقۂ صد ہزار کس راچہ کنی

دنیائے دنی پر ہوس ہے بے کار
آلودۂ ہر کس کو نہ دے دل زنہار
جو یار کہ ہو جائے ترا اس کو چاہ ۳۸۵
معشوقۂ صد ہزار کب کسی کا ہو یار

خواہی چو خلیل کعبہ بنیاد کنی
واں را بہ نماز و طاعت آباد کنی
روزے دو ہزار بندہ آزاد کنی ۳۸۶
بہ زاں نہ بود کہ خاطرے شاد کنی

گر کعبہ بنانا چاہے تو مثل خلیل
اس کعبہ میں ہو عبادت رب جلیل
ہر روز بکثرت کرے آزاد غلام ۳۸۶
دل کو خوش کہ یہ سب سے بہتر ہے سبیل

اے در خم چوگان تو سرہا شدہ گوئے
بیروں نہ ز فرمان تو دل یکسر موئے
ظاہر کہ بدست ماست آزاد شستم ۳۸۷
باطن کہ بدست تست آزاد تو بشوئے

سر گیند ہیں اکثر۔ خم چوگاں میں ترے
ہیں تابع فرمان ترے دل ہیں جتنے
ظاہر یہ تھا اختیار ہم کو۔ کیا پاک ۳۸۷
باطن کو سنوار تو۔ یہ ہو گا تجھ سے

غم جملہ نصیب چرخ خم بایستے
یا با غم من صبر بہم بایستے
۳۸۸
یا مایۂ غم چو عمر کم بایستے
یا عمر باندازۂ غم بایستے

یا ہوتا نصیب چرخ غم تھا جتنا
یا صبر دیا ہوتا جو غم ہم کو دیا
۳۸۸
یا عمر کی مانند غم بھی تھوڑا ہوتا
یا عمر باندازہ غم ہوتی مولا

اے خالق ذوالجلال ہر جانورے
وے رہبرِ رہنمائے ہر بیخبرے
۳۸۹
بستم کمر امید بر درگہِ تو
بکشائے درے کہ من ندارم خبرے

اے خالق ذوالجلال ہر ذی ہستی
ہے بے خبروں کی رہنما ذات تری
۳۸۹
درگہ میں تری آیا ہوں لے کر امید
کر فضل سے پوری مری امید دلی

اے دل اگر آں عارضِ دلجو بینی
ذراتِ جہاں را ہمہ نیکو بینی
۳۹۰
در آئینہ کم نگر کہ خود بیں نشوی
خود آئینہ شو تا ہمگی او بینی

وہ عارضِ دلجو اگر اے دل دیکھے
اچھے نظر آئیں اس جہاں کے ذرے
۳۹۰
دیکھ آئینہ کم کہ تو نہ خود بیں ہو جائے
خود آئینہ بنکے دیکھ اس کے جلوے

تا ترک علایق و عوایق نکنی
یک سجدۂ شائستہ لایق نکنی
۳۹۱
حقا کہ ز دامِ لات و عزیٰ نرہی
تا ترکِ خود و جملہ خلایق نکنی

جب تک نہ کریگا ترک تو تعلق سارے
ہوگا نہ ادا سجدۂ لائق تجھ سے
۳۹۱
چھوٹے گا نہ تو شرک سے ہرگز واللہ
جبتک کہ نہ تو خلق و خودی کو چھوڑے

من کیستم از قیدِ دو عالم فردے عنقا منشے بلند ہمت مردے
۳۹۲
دیوانۂ خودے بیاباں گردے لبریز محبتے سراپا دردے

میں قیدِ دو عالم سے ہوں آزاد اک فرد عنقا صفت و بلند ہمت اک مرد
۳۹۲
دیوانہ ہوں میں اپنا۔ بیابان نورد لبریز محبت سے سراپا ہوں درد

اے آنکہ بملکِ خویش پائندہ توئی وز وا من شب صبح نمائندہ توئی
۳۹۳
کارِ من بیچارہ قوی بستہ شدہ بکشائے خدایا کہ کشائندہ توئی

عالم کا ہے تو مالک و پائندہ ہے تو ہو جائے جو شب صبح نمائندہ ہے تو
۳۹۳
بیچارہ ہوں میں بند ہیں میرے سب کام سلجھا مرے کاموں کو کشائندہ ہے تو

اے از تو بباغ ہر گلے را رنگے ہر مرغے را ز شوقِ تو آہنگے
۳۹۴
با کوہ ز اندوہِ تو رمزے گفتم برخاست صدائے نالہ از ہر سنگے

ہے باغ میں ہر پھول تجھی سے رنگیں تجھ سے ہی طیور نغمہ زن ہیں بیقیں
۳۹۴
جب غم کا ترے بھید پہاڑوں سے کہا ہر سنگ سے پیدا ہوئی اک آہ حزیں

پیوستہ ترا دل ربودہ معذوری غم ہیچ نیاز مودہ معذوری
۳۹۵
من بے تو ہزار شب بخون در خفتم تو بے من شبے بنودہ معذوری

دل لینا ترا کام ہے معذور ہے تو کچھ غم ہے نہ آلام ہے معذور ہے تو
۳۹۵
آغشتہ بخوں سویا ہوں اکثر شب کو مجھ سے تجھے ابرام ہے معذور ہے تو

اندر درِ تو نیست چشم خالی ز نمی
ہر جا کہ دلیست شد گرفتارِ غمی
۳۹۶
بیماریِ تو باعثِ نابودنِ ماست
اے باعثِ عمر ما نباشد المی

ہر آنکھ ترے غم میں ہے گریاں ہر دم
جو دل بھی ہے اُس کو ہے فقط تیرا غم
۳۹۶
بیمار ترا ہونا ہے میرا مرنا
تو ہے مری جان۔ تجکو نہ کچھ پہنچے الم

از ہستیِ خویش تا پشیماں نشوی
سرحلقۂ عارفان و مستاں نشوی
۳۹۷
تا در نظر حق نہ گردی کافر
در مذہب عاشقاں مسلماں نشوی

ہستی سے پشیمان نہ جب تک ہوگا
ممکن نہیں تو ہو سر گروہ عرفا
۳۹۷
جب تک نظر حق میں نہ ہوگا کافر
عشاق کے مذہب میں مسلماں کیسا

اے کوئے تو می دہند جانے بجوے
جانے بجوے چہ کاروانے بجوے
۳۹۸
از وصلِ تو یک جو بجہاں می ارزد
زیں جنس کہ مائیم جہانے بجوے

کوچے میں ترے جَو کے عوض دیتے ہیں جاں
اک جان ہے کیا۔ ہزار جانیں۔ جاناں
۳۹۸
ہو وصل تو اک جو ہے جہاں کی قیمت
اک جَو ہے ہماری جنس کا ہے جو جہاں

گہ شانہ کشِ طرۂ لیلیٰ باشی
گہ در سرِ مجنوں ہمہ سودا باشی
۳۹۹
گہ آئینۂ جمالِ یوسف گردی
گہ آتشِ خرمنِ زلیخا باشی

تو شانہ کش طرۂ لیلےٰ ہے کبھی
بلکہ سر مجنوں میں بھی سودا ہے کبھی
۳۹۹
آئینہ کبھی جمال یوسف کا ہے
تو آتش خرمن زلیخا ہے کبھی

۴۰۰

اے دل بر دوست تحفہ جز جاں نبری — دردے کہ دہند تا مرد درماں نبری

بے درد ز درد دوست نالاں گشتی — خاموش کہ عرض دردمنداں نبری

۴۰۰

تحفہ اے دل نہ بجز جان ۔ کوئی یار کو دے — درد لاحق ہو تو درمان کا کبھی نام نہ لے

دوست کے درد کی بے درد کے فریاد نہ کر — دردمندوں کا جو رتبہ ہے وہ تو کیا جانے

۴۰۱

اے دیدہ مرا عاشق یارے کردی — حیرانِ رخِ لالہ عذارے کردی

کارے کردی کہ ہیچ نتواں گفتن — اللہ اللہ چہ خوب کارے کردی

۴۰۱

اے آنکھ کیا یار کا عاشق تو نے — حیراں رخ گلرو کا کیا تو نے مجھے

وہ کام کیا تو نے کہ اللہ اللہ — اے آنکھ! میں سو جان سے قربان ترے

۴۰۲

تا نگذری از جمع بفردے نرسی — تا نگذری از خویش بمردے نرسی

تا در رہِ دوست بے سر و پا نشوی — بے درد بمانی و بدردے نرسی

۴۰۲

چھوڑ دے جمع جو واحد ہو تجھے مد نظر — طالب مرد اگر ہے تو خودی سے بھی گذر

بے سر و پا رہِ جاناں میں ہو گا جب تک — درد کے عشق سے بے درد رہیگا یکسر

۴۰۳

عشقم دادی ز اہلِ دردم کردی — از دانش و عقل و ہوش فردم کردی

سجّادہ نشین باوقارے بودم — میخوارہ و رند و کوچہ گردم کردی

۴۰۳

عاشق بنا کے درد بھی تو نے مجھے دیا — عقل و خرد کا مجھ سے تعلق نہیں رہا

میں شیخ باوقار تھا لیکن ۔ ہزار حیف — اب رند و کوچہ گرد ہوں ۔ میخوار برملا

اے چرخ بسے لیل و نہار آوردی گہ فصل خزان و گہ بہار آوردی
مردانِ جہاں را ہمہ بُردی بزمیں ۴۰۴ نامردان را بروئے کار آوردی

اے چرخ بہت آئے گئے لیل و نہار گہ فصل خزاں گذری تو پھر آئی بہار
مردوں کو کیا زیر زمیں تو نے دفن ۴۰۴ نامرد جو تھے اُن کو کیا بر سر کار

اے آنکہ بکنہت نرسد ادراکے کونین بہ پیش رحمتت خاشاکے
از روئے کرم اگر ببخشی مارا ۴۰۵ بخشیدہ از لطف تو مشتے خاکے

اے وہ کہ نہ تجکو پائے اُدراک آگے تری رحمت کے دو عالم خاشاک
بخشیگا جو از راہ کرم تو مجکو ۴۰۵ بخشش تری ہوگی گویا اک مشت خاک

بے یاد سر آن دشت خون آشامی مُروند ز حسرت و غم ناکامی
محنت زدگانِ وادیٔ شوقِ تُرا ۴۰۶ ہجراں کُشد و اجل کشد بدنامی

خونی صحرا ہے، ہجر گویا ایسا ناکام ہزاروں ہی کو جس نے مارا
محنت زدگانِ وادیٔ شوق اکثر ۴۰۶ فرقت میں مرے اجل نے بدنام کیا

دستے نہ کہ از نخل تو چینم ثمرے چشمے نہ کہ بر خویش بگریم قدرے
پائے نہ کہ در کوئے تو یابم گذرے ۴۰۷ روئے نہ کہ بر خاک بمالم سحرے

وہ ہاتھ کہاں جو تجھے آغوش میں لیں آنکھیں نہیں جو حال پہ میرے رو دیں
وہ پاؤں نہیں جائیں جو کوچے میں ترے ۴۰۷ در پر ترے سو وہ ہو کہاں ایسی جبیں

اے بر سر ہر کس از خیال تو بسے
بے یاد تو بر نیاید از دل نفسے
مفروش مرا ببخش آزاد مکن
من خواجہ یکے دارم و تو بندہ بسے ۴۰۸

ہر شخص کے دل میں ہیں تیرے جلوے بسے
کرتے ہیں تجھے یاد ہر اک دم بندے
آزاد نہ کر نہ بخش تو مجکو نہ بیچ
تو ہی مرا آقا ہے۔ بہت بندے ترے ۴۰۸

اوّل ہمہ جام آشنائی دادی
آخر بہ ستم زہر جدائی دادی
چوں کشتہ شدم بگفتی ایں کشتہ کیست
داد از تو کہ داد بیوفائی دادی ۴۰۹

خود مجکو پلایا جام آشنائی پہلے
خود زہر جدائی سے کیا کشتہ مجھے
جب مرگیا میں۔ کہا۔ ہے کشتہ کس کا؟
گویا دی آپ۔ داد بیوفائی تونے ۴۰۹

اے کاش مرا بنفت آلا نیدے
آتش بزدندے و بسوختانیدے
در چشم عزیز من نمک سانیدے
وز دوست جدا شدن نفرمانیدے ۴۱۰

روغن نفط ہی اے کاش چھڑک کر مجھپر
آگ دیتے مجھے ہو جاتا بھسم میں جلکر
تھا یہ بہتر مری آنکھوں میں نمک بھر دیتے
دوست سے میرے جدا مجکو نہ کرتے دم بھر ۴۱۰

اے دل ز شراب جہل مستی تا کے
وے نیست شوندہ لاف ہستی تا کے
گر غرقہ بحر غفلت و آز نۂ
تر دامنی و ہوا پرستی تا کے ۴۱۱

اے دل یہ مے جہل سے مستی کب تک
ہو جائیگا معدوم۔ لاف ہستی کب تک
گر غرق نہیں ہے بحر غفلت میں تو پھر
تر دامنی و نفس پرستی کب تک ۴۱۱

گر صید عدم شوی ز خود رستہ شوی — ور در صفتِ خویش روی بستہ شوی
می دان کہ وجودِ تو حجاب رہِ تست — ۴۱۲ — با خود منشیں کہ ہر زماں خستہ شوی

تو صید عدم ہو تو خودی سے چھوٹے — ہو صیدِ خودی جو اپنا پابند رہے
ہاں۔ تیرا وجود ہے حجاب رہِ حق — ۴۱۲ — تو چھوڑ خودی اپنی کہ مقصد پائے

اے دل تا کے مصیبت افزا گردی — اے خوں شدہ درد پیما گردی
انداختیم در بدر و کوئے بکوئے — ۴۱۳ — رسوا کردی مرا تو رسوا گردی

اے دل کبتک مصیبت افزا ہوگا — کبتک خوں ریز و درد پیما ہوگا
تو مجکو پھرا رہا ہے در در افسوس — ۴۱۳ — رسوا کیا مجکو خود بھی رسوا ہوگا

تا بتوانی بکش بجاں بارِ دلی — می کوش کہ تا شود ترا یارِ دلی
آزارِ دلی مجوے کہ ناگاہ کنی — ۴۱۴ — کارِ دو جہاں در سرِ آزارِ دلی

جبتک بھی ہو تو جان پہ سہ دل کا بار — کر سعی کہ ہو صاحبِ دل تیرا یار
دل کو نہ ستا کبھی کہیں ایسا نہ ہو — ۴۱۴ — پہنچے تجھے ناگاہ دو جہاں کا آزار

دنیا را ہے بہشت منزل گاہے — ایں ہر دو بنزدِ اہلِ معنی کاہے
گر عاشقِ صادقی ز ہر دو بگذر — ۴۱۵ — تا دوست ترا بخود نماید راہے

دنیا ہے راہ۔ خلد ہے منزل گاہ — یہ دونوں ہیں نزدِ اہلِ معنی پر کاہ
ہے عاشقِ صادق تو گذر دونوں سے — ۴۱۵ — تا اینکہ ترا دوست دکھائے تجھے راہ

۱۵ گرچہ دانش اندوز شوی | وز گرمیٔ بحث مجلس افروز شوی
۱۶ـ۱۶
نب عشق باہمہ دانائی | سر گشتہ چو طفلان نوآموز شوی

تو مدرسہ میں ہو گرچہ دانش اندوز | اور گرمیٔ بحث میں ہو مجلس افروز
۱۶ـ۱۶
ہے مکتب عشق میں بایں دانائی | لڑکوں کی طرح گویا ہے تو نوآموز

ستم کر کرائی تو بدیں زیبائی | گفتا خود را کہ من خودم یکتائی

۱۷ نقم وہم عاشق وہم معشوقم | ہم آئینہ ہم جمال ہم بینائی

جب پوچھا ہے کون تو. بایں زیبائی | بولا۔ میں خود ہی ہوں بایں یکتائی
خود عشق ہوں. خود عاشق و خود ہی معشوق | خود آئینہ. خود جمال. خود بینائی

تمت

ضروری اعلان

چونکہ رباعیات حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے اس منظوم ترجمہ کا حق اشاعت دوامی جناب مترجم صاحب سے میں نے حاصل کر لیا ہے اسلئے ...ن مطابع وناشرین وتاجران کتب سے التماس ہے کہ وہ اس ترجمہ کو چھاپنے اور شائع کرنے کا قصد نہ فرمائیں اور نفع کے عیوض نقصان نہ اٹھائیں۔ جس قدر جلدیں مطلوب ہوں ہم سے طلب فرمائیں۔

المعلن

ربان علی بسمل ایڈیٹر "اردوئے معلی" مالک شاہجہانی پریس دہلی